ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

19

www.tanzeem.org

2 تا 8 شعبان المعظم 1437ھ/ 10 تا 16 مئی 2016ء

آئینِ پاکستان کی اساس: شریعت

”کون کہتا ہے کہ پاکستان کے آئین کی اساس شریعت پر نہیں ہوگی۔ جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ مُفسد ہیں۔ ہماری زندگی میں آج بھی اسلامی اصولوں پر اس طرح عمل ہوتا ہے جس طرح کہ تیرہ سو سال پہلے ہوتا تھا۔ اسلام نے جمہوریت دکھائی ہے، مساوات اور انصاف کا سبق دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔“

”اسلام صرف چند رسوم، روایات اور مذہبی اصولوں کا نام نہیں بلکہ مسلمانوں کے سیاسی، اقتصادی و دیگر مسائل کی رہبری کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام کی بُنیاد صرف ایک اللہ پر ہے۔ انسان انسان میں کوئی فرق نہیں۔ مساوات، آزادی اور بھائی چارہ اسلام کے مخصوص اُصول ہیں۔“

”کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ایک عزم کے ساتھ متحد ہو کر نہ چلے۔ ہم سب پاکستانی ہیں اور مملکت کے لیے ہم سب کو مل کر کام کرنا ہے، قُربانیاں دینی ہیں اور وقت پڑے تو جان بھی دے دینا ہے، تاوقتیکہ پاکستان ایک عظیم مملکت نہ بن جائے۔“

بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی 25 جنوری 1948 کو کراچی بار ایسوسی ایشن کے استقبالیہ میں تقریر سے اقتباسات

اس شمارے میں

پانامہ لیکس اور جمہوریت کا سفرِ آخرت

ایمان باللسان لازم لیکن......

شعلہ بہ پیراہن

حلقہ ہائے دروسِ قرآن
از شاہ ولی اللہؒ تا ڈاکٹر اسرار احمدؒ

پاکستان کا منظرنامہ، فوج میں احتساب اور ملک میں لبرل ازم کا فروغ

تحفظ خواتین بل
شریعت کے تناظر میں ایک جائزہ (I)

اصحابِ کہف کا واقعہ

الھدیٰ (705)

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃُ الکَھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 9

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ⑨

آیت ۹ ﴿اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ⑨﴾ ’’کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور رقیم (تختی) والے اصحاب ہماری بہت عجیب نشانیوں میں سے تھے؟‘‘

اب اصحابِ کہف کے متعلق اس سوال کے جواب کا آغاز ہو رہا ہے جو یہود مدینہ نے قریش مکہ کے ذریعے حضور ﷺ سے پوچھا تھا۔ کہف کے معنی غار کے ہیں اور رقیم سے مراد وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے حالات لکھ کر اسے غار کے دہانے پر لگا دیا گیا تھا۔ اس نسبت سے انہیں اصحاب کہف بھی کہا جاتا ہے اور اصحاب الرقیم بھی۔

اس قصے کے بارے میں اب تک جو ٹھوس حقائق ہمارے سامنے آئے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے: حضرت مسیح علیہ السلام کی فلسطین میں بعثت کے وقت بظاہر یہاں ایک یہودی بادشاہ کی حکمرانی تھی مگر اس بادشاہ کی حیثیت ایک کٹھ پتلی سے زیادہ نہ تھی اور عملی طور پر یہ پورا علاقہ رومن ایمپائر ہی کا حصہ تھا۔ رومی حکمران مذہباً بت پرست تھے جبکہ فلسطین کے مقامی باشندے اہل کتاب (یہودی) تھے۔ رومی جنرل ٹائیٹس نے ۷۰ عیسوی میں یروشلم پر حملہ کر کے اس شہر کو بالکل تباہ و برباد کر دیا‘ ہیکل سلیمانی مسمار کر دیا گیا‘ یہودیوں کا قتل عام ہوا اور جو بچ گئے انہیں ملک بدر کر دیا گیا۔ مقامی عیسائیوں کو اگرچہ علاقے سے بے دخل نہیں کیا گیا لیکن انہیں رومیوں کی طرف سے اکثر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ اسی حوالے سے رومی بادشاہ دقیانوس (Decius) کے دربار میں چند راسخ العقیدہ موحد نوجوانوں کی پیشی ہوئی۔ بادشاہ کی طرف سے ان نوجوانوں پر واضح کیا گیا کہ وہ اپنے عقائد کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کر لیں ورنہ انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ بادشاہ نے فیصلہ کرنے کے لیے مہلت دی۔ اسی مہلت کے دوران انہوں نے شہر سے نکل کر کسی غار میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان پر ایسی نیند طاری کر دی کہ وہ تقریباً تین سو سال تک سوتے رہے۔ جس غار میں اصحاب کہف سو رہے تھے وہ ایسی جگہ پر واقع تھی جہاں لوگوں کا آنا جانا بالکل نہیں تھا۔ اس غار کا دہانہ شمال کی جانب تھا جس کی وجہ سے اس کے اندر روشنی منعکس ہو کر تو آتی تھی‘ لیکن براہِ راست روشنی یا دھوپ نہیں آتی تھی۔

بعد ازاں قسطنطین (Constantine) نامی فرمانروا نے عیسائیت قبول کر لی اور اس کی وجہ سے پوری رومن ایمپائر بھی عیسائی ہو گئی۔ پھر ۴۰۰ عیسوی کے لگ بھگ Theodosius کے عہد حکومت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو جگایا۔ جاگنے کے بعد انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو چاندی کا ایک سکہ دے کر کھانا لینے کے لیے شہر بھیجا اور ساتھ ہدایت کی کہ وہ محتاط رہے‘ ایسا نہ ہو ان کے غار میں چھپنے کی خبر بادشاہ تک پہنچ جائے۔ (وہ اپنی نیند کو معمول کی نیند سمجھ رہے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ تین سو سال تک سوئے رہے تھے۔) بہرحال کھانا لانے کے لیے جانے والا ان کا ساتھی اپنی تین سو سال پرانی وضع قطع اور کرنسی کی وجہ سے پکڑا گیا اور یوں ان کے بارے میں تمام معلومات لوگوں تک پہنچ گئیں۔ جب لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوا تو ہم مذہب ہونے کی وجہ سے عیسائی آبادی کی طرف سے ان کی بہت عزت افزائی کی گئی۔ اس کے بعد وہ لوگ غار میں پھر سے سو گئے یا اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی۔ ان لوگوں کی طبعی موت کے بعد غار کے دہانے کو بند کر دیا گیا اور ایک تختی پر ان لوگوں کا احوال لکھ کر اسے اس جگہ پر نصب کر دیا گیا۔ اصحاب کہف کا یہ قصہ گبن کی کتاب The Decline and fall of Roman Empire میں بھی Seven Sleepers کے عنوان سے موجود ہے۔ اس قصے کا ذکر چونکہ رومن لٹریچر میں تھا اور یہودی ان تمام تفصیلات سے آگاہ تھے‘ اس لیے انہوں نے یہ سوال حضور ﷺ سے امتحاناً پوچھ بھیجا تھا۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

2 تا 8 شعبان المعظم 1437ھ جلد 25
10 تا 16 مئی 2016ء شمارہ 19

مدیر مسئول حافظ عاکف سعید

مدیر ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا-----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانامہ لیکس اور جمہوریت کا سفرِ آخرت

قوت، غلبہ اور اقتدار کے حصول کو انسانی جبلت کا حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان شعوری یا لاشعوری طور پر اس حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے کہ یہ اصل حاکم اور حقیقی مقتدرِ اعلیٰ کی عطا ہے۔ یہ ایک امانت ہے جو ایک معین عرصہ کے لیے اس کے حوالہ کی گئی ہے یعنی حکمران کے لیے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ مالکِ حقیقی اور ہر شے کے خالق نے اپنی مخلوق کے ایک حصہ پر وقت معین کے لیے اسے نگران بنایا ہے۔ ان کی جان، مال اور عزت کا اسے محافظ مقرر کیا ہے۔ عوام کے حقوق کی ادائی اُس کا فرض ہے۔ بدلہ میں عوام کو اس کی فرمانبرداری کرنا ہوگی۔ حکمران چاہے بادشاہ کہلائے یا صدر یا وزیر اعظم اسے حقیقت میں اللہ کا خلیفہ یا وائسرائے بننا ہوگا۔ دوسری ہر صورت فرعونیت اور نمرودیت کی طرف لے جاتی ہے۔ جس طرح کوئی بھی نشہ جب حواس پر غالب آجاتا ہے تو انسان سے الٹی سیدھی حرکات کا ارتکاب کرواتا ہے۔ اسی طرح اقتدار کا نشہ خدا فراموشی اور خود فراموشی کا باعث بنتا ہے۔ انسان جانتے ہوئے بھی نہیں جانتا کہ دنیا اور مافیہا سب عارضی ہے اور فانی ہے۔ ابدیت اور ہمیشگی صرف اللہ اور اس کے اقتدار کو حاصل ہے۔ کوئی بدبخت و بدنصیب دنیا اور کائنات کی موت یعنی قیامت کا انکاری تو ہوسکتا ہے لیکن اپنی موت کا انکاری نہیں ہوسکتا لہٰذا نفس اسے یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ تمہاری اولاد جو اصل میں تمہارے ہی جسم کا حصہ ہے، ایسا انتظام کرو کہ یہ دولت، یہ اقتدار، یہ غلبہ وقت آنے پر سب کچھ اُسے منتقل ہو جائے۔ وہ خود کو ان چیزوں کا امین نہیں مالک سمجھتا ہے۔ لیکن انسان کیسا مالک ہے کہ وہ جس شے کی ملکیت کا دعوے دار ہے اسے ساتھ رکھنے یا ساتھ لے جانے پر بھی قادر نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہر فرعون اور ہر قارون اس دنیا سے خالی ہاتھ گیا۔ پھر یہ کہ تاریخ کے کینوس پر سرسری نگاہ ڈالیں تو کئی فرعونوں کی اولادیں بدترین غلامی کرتے اور کئی قارونوں کی اولادیں برتن دھوتے اور سڑکیں صاف کرتے دکھائی دیتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اس فانی دنیا میں رہتے ہوئے اپنے ارمان کے حوالہ سے اس دنیا کی ضد یعنی ہمیشگی اور ابدیت چاہتا ہے جو ممکن نہیں۔ حقیقت میں ہمیشگی صرف اُسے حاصل ہے جسے کسی نے پیدا نہیں کیا اور جو ازل اور ابد سے ہے۔ لیکن جو خود وجود میں لایا گیا ہے اور جو پیدا کیا گیا ہے وہ بالآخر وجود کھودے گا اور موت سے ہمکنار ہوگا۔ اور یہ معاملہ صرف فرد ہی کا نہیں ہے اجتماعیت کا معاملہ بھی یہی ہے۔ امریکہ اور یورپ جیسی جدید دور کی ترقی یافتہ اور طاقتور قوتوں نے انسان کی اسی کمزوری کو سمجھتے ہوئے فرد کو کافی حد تک پیچھے دھکیل دیا اور اجتماعیت اور ریاست اور ریاستی اداروں کو مضبوط، مستحکم اور طاقتور بنا دیا۔ ان کے مطابق اداروں کو اور ریاست کو قوت و طاقت کی ہمیشگی حاصل ہوتی یا ہوسکتی ہے۔ ہماری رائے میں اداروں کی زندگی افراد کی زندگی سے یقیناً بہت طویل ہوتی ہے لیکن ہمیشگی انہیں بھی ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ فرد کی طرح ان کے حصہ میں بھی بالآخر شرمندگی آتی ہے۔ انسان خاک میں مل جاتا ہے، ادارے تحلیل ہو جاتے ہیں۔ بادشاہت تحلیل ہوگئی، خلافت تحلیل ہوگئی، جمہوریت

جوانی بِتا چکی ہے اب بڑھاپا اُس پر طاری ہے۔ ڈر ہے کہ کسی وقت بھی خبر بدآ سکتی ہے۔ ہماری رائے میں پانامہ لیکس اور اس نوعیت کی دوسری لیکس جمہوریت کو موت کی طرف دھکیل دیں گی۔ جمہوریت درحقیقت خوبصورت نظر آنے والا وہ کوَر (cover) یا نقاب ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کے انتہائی بدنما چہرے پر چڑھایا گیا ہے۔ پانامہ لیکس کا انکشاف ظاہر کرتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے رکھوالوں کی نیت میں مزید فتور آ گیا ہے۔ وہ اس استحصالی نظام کا شکنجہ اس دنیا کی گردن میں انتہائی سخت کر دینا چاہتے ہیں۔ اب وہ نواز شریف اور پیوٹن جیسے چھوٹے سرمایہ داروں کو بھی فارغ کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا سختی سے دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ سرمایہ داروں کی بھی صرف ایلیٹ ایک طرف ہو جو دولت اور اقتدار پر قابض ہو اور باقی دنیا ان کی باج گزار ہو اور انہیں مکمل طور پر غلامی میں جکڑ لیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ وقتی طور پر کامیاب ہو جائیں گے۔ ایشیا زبردست مالی بحران کا شکار ہوگا' دبئی کی مالی لحاظ سے اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی' سرمایہ دنیا بھر سے کھینچ کر نقد یعنی کیش کا قحط پیدا کیا جائے گا' ایشیا میں رئیل اسٹیٹ کی صنعت تباہی سے دوچار ہوگی' لیکن یہی کامیابی پھر خود ان کی مکمل تباہی کی بنیاد بنے گی اور دنیا بھر میں ایسی تحریکیں برپا ہوں گی جو occupy wall street سے کہیں زیادہ وسیع اور زوردار ہوں گی اور بالآخر سرمایہ دارانہ جیسے استحصالی اور ظالمانہ نظام سے انسانیت کو نجات دلا دیں گی۔

بدقسمتی سے دنیا جو اس وقت ایک نیا موڑ کاٹ رہی ہے ایسے میں پاکستان ایک زبردست سیاسی بحران کا شکار ہے۔ سیاسی قیادت اور فوجی قیادت ایک دوسرے کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کر رہیں۔ نواز شریف اور راحیل شریف کی گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے باقاعدہ ملاقات یا مذاکرات تو دور کی بات ہے' اتفاقی ہینڈ شیک بھی نہیں ہوا۔ عدلیہ کا رویہ بھی اپنی سمجھ سے بالاتر ہے۔ وزیراعظم نواز شریف نے پندرہ روز پہلے چیف جسٹس آف پاکستان کو پانامہ لیکس کی تحقیقات کے حوالہ سے جوڈیشل کمیشن کی تشکیل کے لیے ایک خط لکھا ہوا ہے۔ لیکن عدلیہ کی طرف سے تو یہ بات بھی سامنے نہیں آ رہی کہ آیا وہ اس پر غور بھی کر رہی ہے یا نہیں۔ اگر کوئی جوڈیشل کمیشن تشکیل نہ پا سکا یا فریقین میں ٹی او آرز پر کوئی اتفاق رائے نہ ہو سکا تو سیاسی بحران کیا صورت اختیار کرے گا؟ عمران خان رائے ونڈ کے محاصرے کی دھمکی دے چکے ہیں۔ نواز شریف کے مرکزی اور صوبائی وزراء رائے ونڈ آنے والوں کی ٹانگیں توڑنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ کراچی کی صورت حال بہتر ہونے کے باوجود ابھی تک تسلی بخش نہیں، وہاں پاکستان پیپلز پارٹی اور رینجرز کی الگ الگ حکومت دکھائی دے رہی ہے۔ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ علاوہ ازیں سیاسی اور عسکری قیادت کے اختلافات اگر سی پیک منصوبے پر اثر انداز ہوئے یا چین جیسا دوست ملک جو سرمایہ کاری کر رہا ہے اگر وہ تذبذب میں پڑ گیا تو پاکستان ایک ایسا موقع کھو دے گا جو قوموں کو صدیوں میں میسر آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی قوم اس وقت تک مضبوط و توانا نظر نہیں آ سکتی جب تک اس کی قیادت معاملہ فہم، محنتی اور مخلص نہ ہو۔ ہم جغرافیائی لحاظ سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ مشرق میں بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے۔ شمال مغرب میں افغانستان ہے جہاں امریکہ کا تسلط ہے ویسے بھی طالبان کے عہد کے علاوہ افغانستان کی ہر حکومت نے پاکستان سے بدترین دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حال ہی میں ایران کے حوالہ سے جو خبریں میڈیا میں آئی ہیں کہ وہاں ''را'' کا باقاعدہ نیٹ ورک ہے اور ''را'' کا ایک ایجنٹ ایران سے پاکستان میں داخل ہوتا گرفتار بھی ہوا ہے اس سے ایران اور پاکستان کے تعلقات اب بدترین سطح پر ہیں۔ نظریاتی سطح پر اسرائیل اور اس کے پشتیبان امریکہ ہمیں بدترین دشمن تصور کرتے ہیں اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ روس سے تعلقات استوار کرنے کی ہماری بادل نخواستہ کوشش بھی ظاہر ہے' کیا رنگ لا سکتی تھی۔ صرف چین ایک واحد ملک ہے جسے مخلص دوست کہا جا سکتا ہے لیکن اگر ہم نے خود سنبھلنے کی اور قائم و دائم ہونے کی کوشش نہ کی تو دوسرا ملک چاہے کتنا ہی متحرک اور مخلص کیوں نہ ہو وہ کس حد تک ہماری مدد کر سکے گا۔ اس لیے پاکستان کے تمام طبقات سیاسی' عسکری' مذہبی' تاجر' دانشور سب کو مل بیٹھ کر سوچنا ہوگا کہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں پاکستان کی سلامتی کے لیے کیا مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

مسلمانانِ پاکستان کو ذہن کے دریچے کھولنے ہوں گے اس نازک موڑ پر اگر ہم نے غفلت' سستی' نااہلی اور بے حسی کا مظاہرہ کیا تو وقت ہمارا انتظار نہیں کرے گا۔ گاڑی چھوٹ جائے گی اور ہماری منزل کھوٹی ہو جائے گی۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے کون سی راہ اختیار کرے، اس لیے کہ سرمایہ دارانہ نظام 'آخری وار' کرنے کو ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر نوع کی مزاحمت کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ اگر ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکے تو یہ سرمایہ دارانہ استحصالی نظام خود اپنے وزن سے ہی گر جائے گا اور مبینہ جمہوریت بھی اپنی موت مر جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ فرد اور معاشرہ کی سطح پر پختہ ایمان اور عملِ صالح کی ضرورت ہے۔

ایمان باللسان لازم لیکن......

سورۃ المرسلٰت کے دوسرے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 22 اپریل 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

سورۃ المرسلٰت کا دوسرا رکوع ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس سورت کا آغاز قسموں سے ہوتا ہے اور ان قسموں کا حاصل گواہی ہے کہ جس طرح یہ ہوائیں چلتی ہیں، کبھی ٹھنڈی اور تازہ ہوا بن کر، کبھی طوفان اور آندھی کی صورت میں اور کبھی یہی ہوا بارانِ رحمت کا باعث بنتی ہے۔ دور دراز سے بادلوں کو اُٹھا کر لاتی ہے، پھر اللہ کے حکم کے مطابق ان بادلوں کو تقسیم کرتی ہے اور جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے وہاں بارش برساتی ہے۔ تو گویا یہ ہوائیں اس بات پر گواہ ہیں کہ کوئی طاقت ایسی ضرور موجود ہے جو یہ سارا نظام چلا رہی ہے۔ اسی طرح وحی کا بھی ایک نظام ہے جس میں فرشتوں کے ذریعے ہدایات نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا فرشتوں کی قسم بھی اس حقیقی گواہی کا اظہار ہے کہ وحی کا نظام بھی ایک مربوط نظام ہے اور اس کے تحت نازل ہونے والی ہدایات کامل ہیں۔ جن کے ذریعے انسان پر دونوں راستے واضح کر دیئے گئے ہیں اور ان کے انجام سے بھی خبردار کر دیا گیا ہے۔ اسی تسلسل میں سورۃ المرسلٰت کے دوسرے کا رکوع کا آغاز اس وحید سے ہو رہا ہے:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۴۱﴾﴾ ''(اس دن) متقین یقیناً سائے اور چشموں کے ماحول میں ہوں گے۔''

پوری نوع انسانی جہنم میں نہیں جائے گی، سب کے لیے تباہی اور بربادی نہیں ہے بلکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو جنت کے حقدار ٹھہریں گے اور وہ متقین ہوں گے۔ یہاں مومنین (ایمان والے) کا لفظ بھی آ سکتا تھا لیکن ایمان کے حوالے سے چونکہ انسان اپنے تصور میں گنجائش پیدا کر لیتا ہے اس لیے قرآن نے اس گنجائش کو ختم کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ جنت میں وہی لوگ جائیں گے جو ایمان لانے کے بعد تقویٰ کی روش اختیار کریں گے۔ ایمان لانا شرط اول ہے لیکن صرف ایمان لانا کافی نہیں ہے۔ ایمان کا دعویٰ کرنے والے تو منافقین بھی تھے اور آج کے دور میں بھی بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود باطل کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں، مسلمان کہلانے کے باوجود اللہ کے دشمنوں کی صف میں کھڑے ہوئے ہیں اور

مرتب: ابو ابراھیم

پرویز مشرف کی طرح پوری قوم کو لا کر اس صف میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ ہمارا یقین صرف دنیا کی زندگی پر ہے۔ بقول شاعر

اب تو آرام سے گزرتی ہے
آخرت کی خبر خدا جانے!

ہماری ساری بھاگ دوڑ دنیا کے خسارے سے بچنے کے لیے ہو رہی ہے اور آخرت کو ہم نے سائیڈ لائن کیا ہوا ہے۔ حالانکہ مومن تو وہ ہے جو ان تمام حقائق پر پورا اور پختہ یقین رکھتا ہو۔ دنیا میں ہماری مجبوری ہے کہ ہم ہر اس شخص کو مسلمان مانتے ہیں جو زبان سے گواہی دے۔ ہم منافقین کو بھی مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ مجبوری نہیں ہے کہ اسے پتا نہیں چلتا کہ دل میں ایمان موجود ہے یا نہیں۔ حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ بھی پڑھا دی اور اس کے لیے اپنا کرتہ بھی دے دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا تو آپؐ نے مسکرا کر جواب دیا کہ ''میرا کرتہ بھی اسے اللہ کے عذاب سے بچا نہیں پائے گا''۔

لہٰذا صرف زبان سے شہادت کافی نہیں بلکہ دل کا یقین ہونا بھی ضروری ہے۔ جب دل سے یقین ہوتا ہے تو انسان کا عمل بدل جاتا ہے اور پھر انسان مکمل طور پر ایمان کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے، آخرت کی فکر اور اللہ کا خوف اس کو دامن گیر ہو جاتا ہے۔ یہی حقیقت میں تقویٰ ہے۔ متقی کے معنی ہیں اللہ سے ڈرنے والا اور اس ڈر اور خوف کی وجہ سے گناہوں سے بچنے والا۔

دنیا میں بھی آقا اور غلام، مالک اور خادم کا تصور موجود ہے۔ حالانکہ وہ حقیقی آقا یا مالک نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود وہ توقع کرتا ہے کہ اس کا غلام یا خادم اُس کا ہر حکم مانے۔ اگر نہیں مانتا تو اس کی سزا اُسے کسی نہ کسی صورت میں ضرور بھگتنا ہوتی ہے۔ اسی طرح کلمہ شہادت پڑھ (ایمان لا) کر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ ہمارا خالق ہے اور مالک ہے اور ہم اس کے بندے ہیں، ہم اس کا ہر حکم مانیں گے۔ لیکن عملاً ہم اس کا حکم ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ حضور ﷺ کو اللہ کا کامل نمائندہ تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کے بتائے ہوئے رستے پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا ہماری سزا کا مکمل جواز ہے۔ گویا صرف ایمان لانا (زبانی شہادت) جنت کے لیے کافی نہیں بلکہ جنت کے اصل حقدار متقین ہیں جو واقعی اللہ کو رب مان کر اور اس کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق چلنے والے ہیں۔ انسان سے غلطی ہو سکتی ہے، گناہ صادر ہو سکتا ہے لیکن پھر ایسے

لوگ فوراً توبہ کرتے ہیں، پلٹتے ہیں اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ اسے معلوم ہے کہ انسان میں کمزوری ہے اور اس کمزوری کی وجہ سے اس سے غفلت میں کسی گناہ کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے اللہ سے فوراً رجوع کرتے ہیں اور توبہ کے بعد عزم کرتے ہیں کہ آئندہ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ یہی بندگی ہے، یہی متقین کا طریقہ ہے اور یہی لوگ اللہ کے پسندیدہ اور اس کی جنتوں کے مستحق ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر جنت کا تعلق متقین سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جیسے

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ﴾ ''یقیناً متقین باغات اور نہروں (کے ماحول) میں ہوں گے۔'' (القمر:54)

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ﴾ ''(اس کے برعکس) متقین بڑی امن والی جگہ میں ہوں گے۔'' (الدخان:51)

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۳۱﴾ ''یقیناً اہل تقویٰ کے لیے کامیابی ہوگی۔''

اسی طرح اور بہت سے مقامات ہیں اور یہاں پر آیا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۴۱﴾ ''(اس دن) متقین یقیناً سائے اور چشموں کے ماحول میں ہوں گے۔''

اسی سورۃ کے پہلے رکوع میں ہم نے پڑھا تھا کہ اہل جہنم بھی ایک سایہ دیکھیں گے لیکن وہ سایہ سایہ نہیں ہوگا بلکہ عذاب کی ایک شکل ہوگی۔ اصل سایہ متقین کے حصے میں آئے گا جو گھنا بھی ہوگا اور ٹھنڈک والا بھی اور وہ ایسا ماحول ہوگا جہاں چشمے اور ندیاں بہہ رہی ہوں گی۔

دنیا میں جب انسان ایک ایسے ہی خوشگوار ماحول اور فضا کا تصور کرتا ہے تو یقیناً اس کے ذہن میں یہی چیزیں آتی ہیں کہ تازہ ہوا اور ٹھنڈی چھاؤں ہو اور پھر لینڈ سکیپ ایسا ہو کہ چشمے اور ندیاں رواں ہوں۔ اسی حسرت کو پورا کرنے کے لیے لوگ گرمیوں میں سارے کام چھوڑ کر پُرفضا مقامات پر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جس طرح کی طبیعت بنائی ہے اُسی کے مطابق نعمتوں کا بھی ذکر ہے۔

﴿وَّفَوَاکِهَ مِمَّا یَشْتَھُوْنَ ۴۲﴾ ''اور ایسے پھلوں کے اندر جو انہیں پسند ہوں گے۔''

انسان کے دل و دماغ میں اس کو انتہائی مرغوب نعمتوں اور پسندیدہ ترین ماحول کا جو اعلیٰ ترین تصور ہو سکتا ہے اس کے مطابق ہی جنت کی نعمتوں کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ جو متقین کی ابتدائی مہمان نوازی کا سامان ہے لیکن جنت کی حقیقی نعمتوں اور ماحول کا تصور تو انسان کے فہم سے بالاتر ہے۔ وہاں ایسی نعمتیں ہوں گی جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ وہاں ایسی نعمتیں بھی ہوں گی جن کا خیال انسان کے احساس تک کبھی آ ہی نہیں سکتا۔

﴿کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ھَنِیْٓــًٔا﴾ ''(اور ہم ان سے کہہ دیں گے) کھاؤ، پیو مزے سے''

ھنیئاً کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ انسان جتنا بھی کھا پی لے اور جس قدر نعمتوں سے استفادہ کر لے، اس سے اس کو نہ تو کوئی گرانی ہوگی، نہ ہی کسی وجہ سے اس کی طبیعت بوجھل ہوگی اور نہ ہی اسراف کا ڈر ہوگا۔

﴿بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۴۳﴾ ''ان اعمال کے انعام کے طور پر جو تم کرتے رہے تھے۔''

دنیا چونکہ انسان کے لیے آزمائش ہے اور ایک متقی انسان کو اس مشکل آزمائش میں پورا اُترنے کے لیے پوری جہد و جہد کرنا پڑتی ہے۔ ایک طرف انسان کے اندر بھی نفسانی خواہشات ہیں۔ پھر شیطان بھی انسان کا کھلا دشمن ہے اور ہر طرف سے اُسے گھیرے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آج کل پورا معاشرہ بھی شیطان کا کردار ادا کر رہا ہے۔ پوری دنیا کی تہذیب آج کل شیطانی ہو چکی ہے۔ ان حالات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے

پریس ریلیز 6 مئی 2016ء

جرگہ کا لڑکی کو جلا دینے کا فیصلہ درندگی اور بدترین جہالت کا شاخسانہ ہے

اسلام کا عادلانہ نظام اس طرح کے ظلم و ستم کی ہرگز اجازت نہیں دیتا

سیکولر عناصر بدنیتی سے کام لیتے ہوئے ایسے جاہلانہ اقدام اور فیصلوں کو اسلام سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ عدل و انصاف کے حوالہ سے اسلام سنہری تاریخ رکھتا ہے

حافظ عاکف سعید

جرگہ کا لڑکی کو جلا دینے کا فیصلہ درندگی اور بدترین جہالت کا شاخسانہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ لڑکی کا جرم یہ بتایا گیا کہ اس نے اپنی سہیلی کی پسند کی شادی میں سہولت کار کا رول ادا کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جرگہ کو کسی طور پر بھی یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ قتل کرنے اور اُس کی لاش جلا دینے کا فیصلہ صادر کرتا۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ریاست کا عدالتی نظام فرسودہ اور ناکارہ ہو چکا ہے جس سے عوام مایوس اور بددل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ایسے غیر ریاستی جرگوں کو جہالت پر مبنی فیصلے کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا عادلانہ نظام اس طرح کے ظلم و ستم کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پڑوس افغانستان میں طالبان کے عہد میں اسلام کی روح اور شریعت کے عین مطابق فیصلے کیے جاتے تھے جس سے وہاں جرائم کی بیخ کنی ہو گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ سیکولر عناصر بدنیتی سے کام لیتے ہوئے ایسے جاہلانہ اقدام اور فیصلوں کو اسلام سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ عدل و انصاف کے حوالہ سے اسلام سنہری تاریخ رکھتا ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے لیے انسان کو بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ دنیا کے خسارے کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اکثر اوقات صبر وقناعت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اور اُس راستے کی خاطر اپنا جانی و مالی نقصان بھی کرنا پڑتا ہے۔ لیکن بالآخر جنت میں ایسے متقی انسان کو اس کا بھرپور بدلہ مل کر رہے گا۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۴۴﴾ ''یقیناً ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اپنے محسن بندوں کو۔''

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۵﴾ ''(ہلاکت اور بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔''

اللہ سے ڈرنے والے بندوں کے لیے اللہ کے ہاں جو اجر ہے اس کے ذکر کے بعد اب قرآن مجید میں سرکش اور نافرمان لوگوں کے انجام سے بھی باخبر کیا جارہا ہے۔

﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝۴۶﴾ ''(اے کفار ومشرکین!) تم کھا پی لو تھوڑی دیر کے لیے یقیناً تم لوگ مجرم ہو۔''

اللہ سے ڈرنے والے لوگ دنیا میں صبر سے کام لیتے ہیں اور آخرت کے لیے دنیا کا خسارہ برداشت کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں آخرت میں دنیا کی نعمتوں سے کئی گنا زیادہ اور دائمی نعمتوں کا انعام ملتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس سرکش اور باغی لوگ آخرت کو ٹھکرا کر اور دنیا کی زندگی کو ہی اصل زندگی سمجھ کر لمبے ہاتھ مارتے ہیں اور خوب عیش و عشرت کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے انتباہ ہے کہ دنیا میں کھا پی لو، اگرچہ جتنا اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہے، اتنا ہی کھا سکو گے، لیکن وہ دن دور نہیں جب تمہیں سرکشی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۷﴾ ''جس دن ہلاکت اور بربادی ہوگی (تمہارے جیسے تمام) جھٹلانے والوں کے لیے۔''

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝۴۸﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اپنے رب کے سامنے) جھکو تو یہ جھکتے نہیں ہیں۔''

رکوع کا مطلب ہے جھکنا۔ یہاں رکوع سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی تعلیمات کو قبول کرکے ان کے مطابق زندگی گزارنا۔ جھکنا کیا ہے؟ ایک صاحب کشاف نے اس کی خوب وضاحت کی ہے۔

((ای اخشوع الله و تواضعوا اها. بقبو له وحیه و اتباع الدينه))

''اللہ سے ڈرنا اور اس کے حضور عاجزی اختیار کرنا۔ (اس کی عملی شکل یہ ہے کہ) اللہ کی طرف سے جو ہدایت رسولوں پر نازل ہوئی ہے' اس کو تسلیم کرکے اس کے مطابق زندگی گزارنا''۔

یعنی صرف زبان سے اقرار جھکنا نہیں کہلاتا بلکہ نازل کیے گئے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا ہی جھکنا تسلیم کیا جائے گا۔ لیکن جیسا کہ ہر دور میں ایسا طبقہ موجود رہا ہے جو بظاہر لیڈ کررہا ہوتا ہے لیکن اصل میں وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر لوگوں کو چلنے نہیں دیتا۔ سردارانِ قریش بھی اپنی قوم کے خیرخواہ بن کر انہیں سمجھا رہے تھے کہ اپنے آبائی دین کو مت چھوڑنا۔ یہ محمدؐ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ یہ پورے نظام کو تلپٹ کرنے والی بات ہے۔ اس نظام کو مضبوطی سے تھام کر رکھو۔ یہ تمہارے آباء واجداد کا ورثہ ہے۔ اسی طرح آج ہمارے معاشرے کی ایلیٹ کلاس جو بظاہر لیڈ کررہی ہے لیکن اصل میں پورا زور لگا رہی ہے کہ کہیں ملک میں نظام مصطفیٰؐ نہ آجائے۔ ریاستی سطح پر بھرپور کوشش ہے کہ دینی جماعتیں متحد نہ ہونے پائیں۔ اس کے مقابلے میں انگریز کے دیئے ہوئے استحصالی نظام کے تحفظ اور استحکام کے لیے یہ سب متحد ہیں۔ اس لیے کہ اسی استحصالی نظام کے ساتھ ان کے مفادات وابستہ ہیں۔ اس لیے یہ اللہ کے دیئے ہوئے نظام کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کیونکہ اس کے آنے سے وہ لوگوں کا استحصال نہیں کرسکیں گے۔ چنانچہ درجہ بالا آیت میں ایسے ہی لوگ مذکور ہیں۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۹﴾ ''(ہلاکت اور بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔''

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۰﴾ ''تو اب اس (قرآن) کے بعد یہ اور کس کلام پر ایمان لائیں گے؟''

قرآن مجید کا کلام اتنا موثر ہے کہ جس کو سن کر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی عظمت کے وہ خود گواہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر یہ اس کلام کو سن کر بھی راہ ہدایت پر نہیں آتے تو پھر ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ یعنی بڑی حسرت کی بات ہے کہ قرآن مجید جیسا کلام سن کر بھی جس انسان کی آنکھیں نہیں کھلیں، تو اس کے بعد اس کی آنکھیں بھلا کب کھلیں گی؟ ❁❁

اہم اعلان

بسلسلہ کُلّیۃ القُرآن لاہور (قرآن کالج)

درس نظامی (8 سالہ کورس) کے درجہ اولیٰ میں داخلے کے خواہشمند طلبہ اور ان کے والدین نوٹ فرمالیں کہ بعض انتظامی اور درسی وجوہ کے پیش نظر کلیۃ القرآن میں نئے داخلوں کی پالیسی میں اہم تبدیلیوں کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس فیصلے کے مطابق اس سال سے:

1. صرف میٹرک پاس طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا۔
2. داخلے رمضان المبارک کی 15 تاریخ تا شوال کی 10 تاریخ جاری رہیں گے۔
3. داخلوں کے تفصیلی شیڈول کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔
4. مفت رہائش، کھانے اور مفت تعلیم کی سہولت صرف مستحق اور ذہین طلبہ کو دی جائے گی۔
5. درس نظامی کے طلبہ کے لیے ایف اے، بی اے اور ایم اے کی ریگولر کلاسز کا انتظام بھی ہے۔

المعلن: پرنسپل کلیۃ القرآن، اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

رابطہ: 0301-4882395 042-35833637

شعلہ بہ پیراہن

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پوری دنیا میں طرح طرح کے بحران بپا ہیں۔ عراق میں شہری کرپشن کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے کہ حکومت نے عوام کو غربت، ہلاکتوں اور فرقہ واریت کے سوا کچھ نہیں دیا۔ مصر، حکومت مخالف مظاہروں کی زد میں ہے۔ برطانیہ میں ڈاکٹر ملک گیر ہڑتال کیے بیٹھے ہیں اور غیر معینہ مدت تک احتجاج جاری رکھنے اور استعفوں کی دھمکی دے دی۔ (نہ ہوئے وہاں شہبازی وزیر اعلیٰ!) جرمنی بھر کے ہوائی اڈے ٹریڈ یونین کے ہاتھوں زیرِ ہڑتال ہیں۔ امریکہ بہادر کا ایک ہی شغل ہے۔ اسلحے کی فروخت! آسٹریلیا کو فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائل فروخت کرے گا۔ ترکی میں راکٹ لانچر نصب کرے گا۔ رہا پانامہ لیکس بحران......تو ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں۔ آکس فیم عالمی تنظیم کے مطابق امریکہ کا دامن بھی اس میں داغدار ہے۔ 50 بڑے امریکی کاروباری اداروں نے 1.4 ٹریلین ڈالر ٹیکس چھپایا ہے، جس میں بڑے بڑے ادارے شامل ہیں۔ ایپل 181 بلین ڈالر، جنرل الیکٹرک 119 بلین، مائیکروسافٹ 108 بلین ڈالر کی آف شور کمپنیوں کے حامل ہیں! پاناما لیکس نے اس عالمی نظام کی پاک ء داماں کی حقیقت بھی لگے ہاتھوں لیک کر دی ہے۔ یہ پورا نظام عالمی سطح پر چور پیدا کرنے، تربیت دینے، چھپانے، بچانے پر مامور ہے۔ عوام کالانعام پر راز کھل جائیں تو دھیان بٹا کر معاملہ ادھر اُدھر کر دیا جاتا ہے۔ سوئس بینکوں کا کتنا تذکرہ رہا۔ سرے محل لیکس کے تسلسل میں کیا کچھ نہ تھا۔ عوام حکومتوں کی آنیاں جانیاں دیکھنے میں ہی محو رہے۔ اسحٰق ڈار نے 2014ء میں قومی اسمبلی کو بتایا تھا کہ کم از کم 200 بلین ڈالر سوئس بینکوں میں ہے! اس کالے پاپی دھن سے بھی اگر غریب عوام کو زکوٰۃ دی جاتی تو 5 ارب ڈالر سالانہ نکل آتے، جو بہتوں کو خط غربت سے اوپر لا بٹھاتی! مگر ہمارے یہ کالے دھنیے نماز، زکوٰۃ سے یوں بھی بالعموم فارغ ہی ہوتے ہیں! نہ ہوئے خلیفۂ راشد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی راہ چلنے والے......کہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر لشکر چل پڑتے! اب تو ہم لکڑ ہضم پتھر ہضم دور میں ہیں۔ ایمان سٹین لس سٹیل کا بنا ہے۔ خیالات، نظریات، طرزِ زندگی، عقائد، مناہج عمل، اسلام کی ہر رمق سے خالی بھی ہو تو معجزہ یہی ہے کہ نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے!

معاشی سوال بڑے گورکھ دھندوں والے ہیں۔ سیاستدانوں پر شاید یہ نری تہمتیں ہی ہیں؟ کیونکہ بے چارے جو جائیدادیں ظاہر کرتے ہیں، ان کی مالیت کہیں بھی تو 40،50 لاکھ سے آگے نہیں بڑھتی۔ ایکڑوں کی اراضی، شاندار بلڈنگیں، عمارات لیکن لکھوائی، ظاہر کی گئی مالیت کسمپرسی کی ماری ہوئی! عوام چندہ کر کے اسی مالیت پر ان سے یہ خرید کر استفادۂ عام کے لیے مختص کر دیں......؟ جاتی عمرہ، خورشید شاہ کی 100 ایکڑ اراضی......علیٰ ھذا القیاس......بہت سے امراء کی سستی ترین جائیدادیں! رہا بنی گالہ تو وہ تو ایک ننھا سا تحفہ ہے!

پاناما لیکس میں تا حال 200 کے لگ بھگ نام تھے۔ 9 مئی کو مزید 600 نام متوقع ہیں! سامان سو برس کے ہیں پل کی خبر نہیں! ملک میں لگے ہاتھوں کرسی کی کھینچا تانی کا بازار پھر گرم ہو گیا۔ جانے اندر خانے کہاں کہاں، کیا کیا پک رہا ہوتا ہے۔ ہر کرسی پر آ کر بیٹھنے والا دھلا دھلایا باور کروانے میں زمین آسمان ایک کیے جاتے ہیں۔ اترتے ہی کچا چٹھا سب کی توبہ کروا دیتا ہے۔ مشرف ہو، کیانی، زرداری ہو یا متحدہ......اس حمام میں لیکس ہی لیکس ہیں۔ المیہ صرف یہ ہے کہ اول تا آخر یہ سب لبرل سیکولر ہیں۔ ستر سال ہونے کو آ رہے ہیں۔ ملک لوٹ کر یہ سارے کھا گئے، لیکن الا ماشاء اللہ، سارے پتھر اسلام اور اسلامسٹوں کے حصے آئے اتنے سال! خصوصاً 9/11 کے بعد تو امریکی ڈھول کی تھاپ پر اہلِ دین کا بھرتہ بنانے میں کونسی کسر روا رکھی گئی۔ کیا یہ لبرل سیکولر نظام پاکستان کی خوشحالی، ترقی کا ضامن ہوا......؟ حال زار کس سے چھپا ہے! قانون ملکہ برطانیہ کا، سیاست مغربی جمہوریت کی ماری، تعلیم لارڈ میکالے کی (جس کے پھل پھول بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی کی معراج کو چھو رہے ہیں حالیہ واقعے کے تناظر میں لائق اعلیٰ تعلیم یافتہ طالبات کے ہاتھوں) معاشرت بڑھتی طلاقوں، ٹوٹتے خاندانوں اور کڑا پہنانے پر کمر بستگی والی۔ کلچر کے نام پر دنیا کی ہر تہذیب کے خرافاتی تہوار ادھار مانگ کر سال بھر ناچ تماشے، ڈھول بتاشے راگ رنگ......! معیشت، سود جوئے کا مرکب۔

1936ء میں سید مودودیؒ نے تنقیحات نامی کتاب لکھی تھی۔ ہم آج بھی وہیں کھڑے ہیں فکری اعتبار سے۔ پڑھیے: ان کے دل اور دماغ غلام ہیں اور غلامی ہی کے لیے گھڑے گئے ہیں۔ آج فرنگیت کا غلبہ ہے، اس لیے اپنے باطن سے لے کر ظاہر کے ایک ایک گوشے تک وہ فرنگی بننا چاہتے ہیں۔ کل اگر حبشیوں کا غلبہ ہو جائے تو یقیناً وہ حبشی بنیں گے۔ اپنے چہروں پر سیاہیاں پھیریں گے، اپنے ہونٹ موٹے کریں گے، اپنے بالوں میں حبشیوں کے سے گھونگھر پیدا کریں گے۔ ہر اس شے کی پوجا کریں گے جو حبش سے ان کو پہنچے گی۔ ایسے غلاموں کی اسلام کو قطعاً ضرورت نہیں۔ اسی تسلسل میں آگے لکھتے ہیں: اس ذات حق کی طرف سے تو جو پیغام بھی آیا ہے اس لیے آیا ہے کہ دنیا جن غلط راستوں پر چل رہی ہے ان سب کو چھوڑ کر ایک سیدھا راستہ مقرر کرے۔ اس کے خلاف جتنے راستے ہوں ان کو مٹائے، ایمانداروں کی ایک جماعت بنائے جو نہ صرف خود اس سیدھے راستے پر چلیں بلکہ دنیا کو بھی اس راستے پر کھینچ لانے کی کوشش کریں۔ انبیاء اور ان کے متبعین نے ہمیشہ اسی غرض کے لیے جہاد کیا ہے۔ اذیتیں اٹھائیں، نقصان برداشت کیے اور جانیں دی ہیں۔ ان میں سے کسی نے مصائب کے خوف یا منافع کے لالچ سے رفتار زمانہ کو کبھی اپنا مقتدا نہیں بنایا۔ اب اگر کوئی شخص یا گروہ ہدایت آسمانی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے میں نقصان، مشکلات اور خطرات دیکھتا ہے اور خوفزدہ ہو کر کسی ایسے راستے پر چلنا چاہتا ہے جس پر چلنے والے خوشحال، کامیاب اور سربلند نظر آتے ہیں تو وہ شوق سے اپنے پسندیدہ راستہ پر جائے، مگر وہ بزدل اور حریص انسان اپنے نفس کو اور دنیا کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کیوں کرتا ہے

کہ وہ خدا کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر بھی اس کا پیرو ہے......؟ نافرمانی خود ایک بڑا جرم ہے۔ اس پر جھوٹ اور فریب اور منافقت کا اضافہ کر کے آخر کیا فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔ آج ہمارے قومی کردار کو اس تحریر کے آئینے میں دیکھ لیجیے۔ ہم آج بھی وہیں کھڑے ہیں بلکہ بدتر حالت میں۔ اس وقت ہم غلام تھے مگر جذبۂ حریت آج کی نسبت بہت توانا تھا۔ آج بظاہر ہم آزاد ہیں لیکن عوام الناس کا تو ذکر ہی کیا، ہمہ نوع قیادتوں کی پور پور میں مرعوبیت، مغلوبیت، کفر سے مفاہمت رچی بسی ہے۔

دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش!

بہانہ جُو خرد کا چہار سو دور دورہ ہے۔ اب ہم میں کفر سے برسرِ پیکار ہونے کی ہمت کہاں۔ ہم تو پشاور میں چوہوں کی یلغار اور پنجاب میں (نمرودی) مچھروں کی بوچھاڑ سے نبرد آزما ہونے کو بڑی بھاری مہمات اٹھاتے ہیں۔ دنیا ایک ظالمانہ استحصالی نظام کے پنجے میں جکڑی سسک رہی ہے۔ پوری دنیا کے وسائل چند ہاتھوں میں مقید ہیں۔ عورتیں بچے بوڑھے اس نظام کا لقمۂ تر ہیں۔ رہی امت...... تو ملتِ ختمِ رسل ﷺ شعلہ بہ پیراہن ہے! حوصلہ ہو تو شام میں بشار الاسد کی ملیشیا کے ہاتھوں عورتوں بچوں کا اغوا اور ان پر ظلم نیز حلب میں ہسپتال پر بمباری ملاحظہ ہو۔ فلسطین کے بچے، نوجوان، عورتیں اسرائیلی جیلوں میں عمریں بتاتے دیکھیے۔ ایسے میں امتِ مسلمہ کا گلِ سرسبد ایٹمی پاکستان جو کبھی امت کے مفادات کے لیے ہر جا آواز ہی اٹھا لیا کرتا تھا، اب خود کرپشن زدہ، باہم بہ دست و گریباں، پرائی جنگ میں ملک کو جھونکے پشت بمنزل بگٹٹ چلا جا رہا ہے۔ نوجوان، قرآن و سیرت طیبہ ﷺ سے محروم، ذوقِ عالیہ، افکارِ عالیہ سے تہی دامن، سوشل میڈیا کا شہ سوار...... پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں...... کی کیفیت میں مبتلا ہے۔

تو اے مولائے یثرب ﷺ آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی مرا ایمان زناری

بجز قرآن و سنت کی شاہ کلید ذہین و فطین نوجوانوں کے ہاتھ میں تھمائے...... ملک و ملت پر خیر کے دروازے کیونکر کھل سکتے ہیں۔

علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی!

☆☆☆☆

خروشِ سروش

ظفر علی خان مرحوم

اللہ کا جو دم بھرتا ہے وہ گرنے پر بھی اُبھرتا ہے
جب آدمی ہمت کرتا ہے ہر بگڑا کام سنورتا ہے
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

او مُسلم کیوں دلگیر ہے تو کیوں غم کی بنا تصویر ہے تو
اغیار ہیں خاک اکسیر ہے تو تدبیر ہیں وہ تقدیر ہے تو
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

ہے راہ نما قرآن ترا اسلام پہ ہے ایمان ترا
پیغمبرؐ ہے ذی شان ترا دل جس پہ ہوا قربان ترا
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

تُو پرتوِ ملّتِ بیضا ہے! تو سایہ سطوتِ کبریٰ ہے
تو سُرمۂ دیدۂ دنیا ہے تو غازۂ عارضِ عقبیٰ ہے
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

تو حامیٔ شرعِ پیمبرؐ ہے تو ماحیٔ شیوۂ آذر ہے
تو غیرتِ خالقِ اکبر ہے تو برشِ تیغِ حیدر ہے
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

بکھری ہُوئی قوت تیری ہے سمٹی ہوئی ہمت تیری ہے
ورنہ یہ حکومت تیری ہے عالم کی خلافت تیری ہے
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

تو علم کی دولت لایا ہے تہذیب سکھانے آیا ہے
تو جب سے جہاں پر چھایا ہے دنیا کی پلٹ گئی کایا ہے
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اُس داغ کا نور جگر میں ہے جو سورج میں نہ قمر میں ہے
یہ آگ لگی ترے گھر میں ہے کس سوچ میں ہے کس ڈر میں ہے
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

گلشن میں بہار ہے آئی ہوئی گردوں پہ گھٹا ہے چھائی ہوئی
پھرتی ہے صبا اٹھلائی ہوئی تقدیر ہے پلٹا کھائی ہوئی
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

نقارہ بجا پھر شوکت کا نظارہ دکھا پھر حکمت کا
چھلکا دے پیالہ اُخوت کا چمکا دے ستارہ شریعت کا
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

انتخاب
مولانا شیخ رحیم الدین

حلقہ ہائے دروسِ قرآن
از شاہ ولی اللہؒ تا ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قاری محمد عبدالقیوم

قرآن پاک پر عمل کرنے کے لیے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ انسان اسے سمجھے اور پھر اس پر عمل کرے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اس اہم ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے برعظیم پاک و ہند میں ''فتح الرحمٰن'' کے نام سے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا۔ تاریخ ہند کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ مسلم حکومت کا یہ عہد زوال تھا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن سے دوری اس زوال و پستی کا اہم سبب تھی۔ چنانچہ خاندان ولی اللہی نے مسلمانوں کو قرآن کریم سے قریب تر کرنے کے لیے تراجم قرآن اور دروسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور چراغ راہ بنائیں۔ لیکن مولوی نما جاہ پرست مشتعل ہو گئے اور انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ پر قاتلانہ حملہ کرا دیا۔ امیر الروایات میں ہے کہ دہلی کے شیعہ حاکم نجف خان نے شاہ ولی اللہ کے پہنچے اُتروا دیئے تاکہ ہاتھ بے کار ہو جائیں۔

شاہ ولی اللہؒ کے بعد ان کے بیٹوں شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ نے اردو تراجم کے ذریعے عام مسلمانوں کے قرآن کریم سے رابطے کو مضبوط و اُستوار کیا۔ تراجم کے ساتھ ساتھ دروسِ قرآن کے حلقے قائم کیے گئے تاکہ قرآن کریم کے سرچشمہ ہدایت سے ہر خاص و عام استفادہ کر سکے۔

درسِ قرآن کا یہ سلسلہ شاہ ولی اللہؒ کے والد شاہ عبدالرحیمؒ کے عہد سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ ''مجھے متعدد بار اپنے والد بزرگوار کے درس قرآن میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ قرآن کے معانی بڑے غور و تدبر کے ساتھ بیان فرماتے'' شاہ ولی اللہؒ کے فرزند شاہ عبدالقادرؒ اپنے اردو ترجمہ کا مسجد رشید آباد میں باقاعدہ درس دیا کرتے تھے۔ شاہ صاحبؒ کے بعد پھر جماعت ولی اللّٰہی نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے دیوبند سے دہلی منتقل ہو کر ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ مولانا سندھی اس کے ناظم اور مولانا احمد علی لاہوریؒ اس کے نائب ناظم تھے۔ مولانا سندھی اس ادارہ میں درسِ قرآن پاک دیا کرتے تھے۔ مولانا کے درس کا خاص مقصد قرآنِ کریم کی تعلیم جہاد کو زندہ کرنا تھا۔

ولی اللّٰہی تحریک کے اوّلین رہنماؤں میں مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کلکتہ میں دارالارشاد قائم کیا۔ یہ ادارہ مولانا سندھیؒ کی ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے خطوط پر زیادہ زور دیتا تھا۔

ولی اللّٰہی تحریک کے مجاہد جلیل مولانا سید حسین احمد مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا خاص تعلق علوم حدیث سے تھا۔ لیکن 1942ء کی تحریک آزادی میں مولانا گرفتار ہو کر مراد آباد جیل میں رونق افروز ہوئے جہاں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد میاں صاحب بھی پہنچ گئے۔ اس مبارک محفل میں مولانا مدنیؒ نے درس قرآن شروع فرمایا اور تقریباً ایک ماہ تک سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بیان فرمائی۔ مولانا کے یہ تفسیری افادات مولانا محمد میاں صاحب نے ''درس قرآن کی سات مجالس'' کے نام سے شائع کیے۔

میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ

میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی مجلس درس میں موضح القرآن کی باقاعدہ تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔ میاں صاحب حدیث کے سبق سے پہلے موضح القرآن کا ایک رکوع پڑھایا کرتے تھے اور سال بھر کے حدیث کی سند کے ساتھ ترجمۂ القرآن کی سند بھی عطا فرمایا کرتے تھے۔

نواب ضمیر مرزا آف لوہارو

نواب صاحب بڑے پرہیزگار عالم تھے۔ میاں صاحب کے شاگرد تھے۔ آپ نے اپنی خاندانی مسجد، مسجد نواب قاسم جان بلی ماراں دلی میں ترجمہ شروع فرمایا۔ یہ 1857ء کے بعد کا قریبی دور تھا۔ انگریزوں کو شبہ ہوا کہ کہیں نواب صاحب حکومت کے خلاف بغاوت نہ پھیلا رہے ہوں، اس اندیشہ کی بنا پر نواب صاحب کو ترجمہ بیان کرنے سے روک دیا گیا۔ نواب صاحب کا تعلق حضرت شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال سے تھا۔ ان کے بھائی نواب لوہارو کے کہنے سے حکومت نے نواب صاحب پر ہاتھ ڈالنے سے گریز کیا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

حضرت شیخ الہند صاحب ''مالٹا'' کی قید سے واپس ہندوستان آئے تو علمائے کرام سے فرمایا: میں نے مالٹا کی اسارت میں تنہائیوں کے اندر بہت غور کیا تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے آپس کے اختلافات، کتاب الٰہی سے دوری کے سبب ہو رہے ہیں۔

(مقالات مفتی محمد شفیعؒ، ص72)

چنانچہ شیخ صاحب نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ کیا اور مسلمانوں کی مذہبی قیادت کو متحد کرنے کے لیے جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم پر قدیم و جدید اہل علم حنفی، اہل حدیث اور ہر مکتب خیال کے علماء و مشائخ کو جمع ہونے کی دعوت دی۔ شیخ صاحب نے جدید ترجمہ کرنے کی بجائے موضح الفرقان کے نام سے موضح القرآن کی زبان میں معمولی تبدیلی کرنے پر اکتفا فرمایا۔

مولانا احمد سعید دہلویؒ

آپ مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ تھے۔ مفتی محمد کفایت اللہؒ کے خاص شاگرد تھے۔ مسجد کڑہ بدو فراش خانہ میں ترجمہ بیان کرتے تھے۔ ایک ایک آیت پر کئی کئی دن روشنی ڈالتے۔ بہترین حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے ہر آیت کے مشابہ دوسری آیت سے جوڑ خوب لگاتے۔ شاہ صاحب کے ترجمہ کی ادبی اور علمی خوبیاں اہل زبان ہونے کی وجہ سے مزے لے لے کر واضح کرتے تھے۔

مولانا نے کشف الرحمٰن کے نام سے اپنا ترجمہ بھی کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔ مولانا کے مواعظ بھی

قرآنی آیات اور قرآنی لطائف سے معمور ہوتے تھے۔اور اس قسم کے وعظ کہنا صرف مولانا کی خصوصیت تھی جو مولانا اپنے ساتھ لے گئے ورنہ عام طور پر وعظوں میں واقعات اور حکایات کی بھرمار ہوتی ہے۔

مولانا سلطان محمود گجراتیؒ

آپ مدرسہ عالیہ فتح پوری کے صدر مدرس تھے۔ مسجد نئی سڑک میں ترجمہ بیان کرتے تھے۔ انداز بیان نہایت سادہ ہوتا تھا۔ ایک رکوع کی مختصر تفسیر روزانہ کا معمول تھا۔ دو سال میں ترجمہ ختم کر دیتے تھے۔

مولانا عبدالشکور دیوبندیؒ

مدرسہ حسین بخش دہلی کے صدر مدرس خطیب و واعظ تھے۔علم وفضل کے ساتھ بڑے روحانی بزرگ تھے۔ مولانا نورالحسن صاحب دیوبندی کے صاحبزادے تھے، عقب کلاں مسجد میں ترجمہ بیان کرتے تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمنؒ و مولانا عتیق الرحمن عثمانیؒ

ان دونوں بزرگوں نے کلکتہ میں عرصہ دراز تک قرآن کریم کی تفسیر بیان فرمائی۔ مجاہد ملت کی خطابت اور مفتی صاحب کی موثر تفہیم اپنا اپنا الگ رنگ رکھتی ہے۔علم و فضل میں اکابر کے جانشین تھے۔

مولانا نورالدین بہاریؒ

آپ دارالعلوم کے فاضل تھے۔ جنگ آزادی کے مشہور مجاہد تھے۔ قید و بند کی صعوبتوں کے ساتھ ساتھ مسجد جنگ والی باڑہ ہندوراؤ میں ترجمہ بیان کرتے تھے۔ سادہ مزاجی، قناعت اور خودداری مولانا کی وہ خصوصیات تھیں جو اس میدان کے لیڈروں میں کم ہوتی ہیں۔

مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ

مولانا جمعیت علمائے ہند کے ابتدائی معماروں میں سے تھے۔تحریک آزادی کے مجاہد تھے۔ جید عالم دین اور عربی ادب کے ماہر تھے۔ حفظ قرآن میں مولانا کی ذات کو انفرادیت حاصل تھی۔ رمضان المبارک میں سنہری مسجد دلی کے اندر مولانا کی تراویح کا بڑا شہرہ رہتا تھا۔ مسجد جنگل والی میں قرآن مجید کا ترجمہ بیان فرماتے۔

مولانا احتشام الحق تھانویؒ

1947ء سے پہلے مولانا جامع مسجد نئی دہلی کے امام مسجد تھے اور مسجد خواجہ میر درد نئی دہلی میں صبح کو قرآن کریم کا ترجمہ بیان کرتے تھے۔ تقسیم ہند 1947ء کے بعد پاکستان چلے آئے اور یہاں سے ریڈیو پاکستان پر قرآن حکیم کا ترجمہ بیان کرتے رہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھانجے تھے۔ دارالعلوم کے اجلاس صد سالہ (21 تا 23 مارچ 1980ء) کے سلسلہ میں دہلی اور مدراس اپنے احباب سے ملنے گئے۔ وہیں وعظ بیان کرتے ہوئے 11 اپریل 1980 کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔

یہ چند علمائے حق ہیں جنہوں نے شاہ ولی اللہؒ کی تحریک ترجمہ قرآن کو قائم رکھا۔

عروس البلاد لاہور میں قیام پاکستان سے پہلے ہی جابجا درس قرآن کے حلقے لگتے تھے۔ ان حلقوں میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا شیرانوالہ گیٹ میں درس قرآن ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ چنانچہ دہلی، لکھنؤ اور دیوبند کے علماء یہاں سے دورۂ تفسیر کرنے آتے۔ انہی شخصیات میں دہلی کے مولانا اخلاق حسین قاسمی اور عالم اسلام کی عظیم علمی و ادبی شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ بھی شامل ہیں۔ مولانا علی میاں نے اس کا تذکرہ 1999ء میں لاہور میں ہونے والی عالمی رابطۃ الادب اسلامی کے اجلاس میں بھی کیا اور فرمایا کہ میں یہ اعتراف کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں نے مولانا سے اکتساب فیض کیا ہے۔ نیز حضرت لاہوری کے حلقہ سے فیض یاب ہونے والے صرف قدامت پرست علماء ہی نہیں تھے بلکہ جدید طبقہ کی ایک بہت بڑی تعداد بھی ان کے خوشہ چینوں میں شامل تھی۔ معروف ادبی و علمی شخصیت ڈاکٹر سید عبداللہ کا نام بطور مثال لیا جا سکتا ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے ایک پروفیسر جناب ڈاکٹر لئیق بابری نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ ''راوی'' (مجلہ گورنمنٹ کالج لاہور) میں مولانا کے اس حلقہ درس قرآن کا تذکرہ کیا ہے۔ جناب لئیق بابری کے مطابق ڈاکٹر نذیر احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور میں درویشانہ رنگ جھلکتا تھا اور ان میں یہ رنگ حضرت لاہوریؒ کے درس قرآن میں شمولیت کا نتیجہ تھا۔

(قیام پاکستان سے قبل و مابعد) لاہور کے دیگر ممتاز حلقہ ہائے دروس قرآنی میں مولانا ابوالحسنات قادریؒ (مسجد وزیر خان)، مولانا داؤد غزنویؒ (چینیاں والی مسجد)، مولانا غلام مرشد (بادشاہی مسجد)، مولانا عبداللہ فاروقی (دہلی مسلم ہوٹل نئی انارکلی)، مولانا گل محمد نیلا گنبد مسجد، اورینٹل کالج کے پروفیسر مولانا کریم بخش (مقدس مسجد پرانی انارکلی)، علامہ علاؤالدین (مسجد شاہ چراغ)، مفتی عبدالعزیز (مزنگ)، مولانا شہاب الدین (چوبرجی پارک) اور مولانا مودودی (عبدالکریم روڈ قلعہ گوجر سنگھ) کے حلقہ ہائے دروس قرآن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

لاہور کے علاوہ دیگر ممتاز شہروں میں درس قرآن کے جو حلقے لگتے تھے ان میں مفتی عبدالواحد (گوجرانوالہ، صوفی عبدالحمید سواتی (گوجرانوالہ، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر (گکھڑ منڈی)، مولانا عبداللہ بہلوی (شجاع آبادی) مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال)، مولانا بشیر احمد پسروری خلیفہ حضرت لاہوری (پسرور)، مولانا محمد علی کاندھلوی (سیالکوٹ)، قاضی عبداللطیف (جہلم)، مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری (گجرات)، مولانا ذاکر حسین (جھنگ)، اشاعت العلوم کے بانی حکیم عبدالمجید نابینا (فیصل آباد)، مولانا مفتی محمد شفیع (سرگودھا)، بانی قاسم العلوم مولانا مفتی محمد شفیع (ملتان)، حافظ محمد عمر (مظفر گڑھ)، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان (راجہ بازار راولپنڈی)، علامہ شمس الحق افغانی (بہاولپور)، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی (خان پور)، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی (حیدر آباد)، مولانا خلیل احمد برادر مفتی جمیل احمد (سکھر)، مولانا صادق محمد (کراچی)، مولانا احتشام الحق تھانوی (ریڈیو پاکستان کراچی) اور حضرت مولانا عطاء المنعم بخاری کے دروس قرآن خاص طور پر ممتاز اہمیت کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کسی دینی مدرسے سے فارغ التحصیل نہیں بلکہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے گریجویٹ تھے۔ چنانچہ انہوں نے جب رجوع القرآن کی دعوت دی تو جدید تعلیم یافتہ حضرات کی ایک بڑی تعداد شریک حلقہ درس ہوگئی۔ شہداء مسجد اور مسجد خضراء سمن آباد کے دروس اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے ان دروس کے ذریعے اپنے قلب و ذہن کی آبیاری کی۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب جدید طریق بیان کے نمائندہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے

حکمت کو اک گمشدہ لعل سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

کے مصداق قدامت پرست علماء سے اپنا تعلق استوار بھی رکھا اور استفادہ بھی کیا۔ خود نہ صرف ان حلقوں میں گئے

بلکہ اپنے ہاں بھی مختلف مواقع پر علماء کو مدعو کر کے ان سے استفادہ کے مواقع فراہم کرتے رہے۔ اس طرح ''مسٹر و ملا'' کی تفریق کو ختم کرنے یا کم کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے جدیدیت کی تنگناؤں کو ہی اپنی جولان گاہ نہیں بنایا بلکہ جدید و قدیم کے ''مجمع البحرین'' کی غواصی سے علم و حکمت کے موتی چن کر ساری زندگی لٹاتے رہے۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری، قصۂ جدید و قدیم
(علامہ اقبال)

ان کے جنازے میں ہر طبقہ ہائے فکر کے علماء کی شرکت ڈاکٹر صاحب کی وسعت قلبی کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے جنازے میں جہاں عوام الناس کی ایک کثیر تعداد اور ہر طبقہ فکر کے ممتاز افراد نے شرکت کی وہیں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی رفیع عثمانی، جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم مولانا فضل الرحیم، جامعہ اشرفیہ کے استاذ الحدیث مولانا عبدالرحیم چترالی، جمعیت العلماء اسلام کے مولانا سمیع الحق کے علاوہ علماء، حفاظ و قراء کرام کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ٹی وی پروگرام ''الہدیٰ'' کے ذریعے ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کی وسعت پاکستان ہی نہیں بلکہ باہر کے ممالک تک پہنچی۔

اس ذرے کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرہ نہیں، شاید سمٹا ہوا صحرا ہے
(علامہ اقبال)

غالباً 93-1992ء میں ہندوستان میں پاکستانی سفارت خانے سے متعلق ایک خاتون محترمہ ثریا حفیظ الرحمن کی ایک تحریر اردو ڈائجسٹ میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے بڑی دلچسپ بات نقل کی کہ ایک دفعہ ان کا کسی سکھ گھرانے میں جانا ہوا تو خواتین سر پر دوپٹے کی پابند اور پردے پر عمل پیرا تھیں۔ پردے سے ان کی یہ شیفتگی ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کا نتیجہ تھی۔ جسے ٹی وی پر وہ بڑے شوق سے دیکھتی تھیں۔ محترمہ ثریا حفیظ الرحمن کے بقول ٹی وی پروگرام ''الہدیٰ'' کی بندش اور ماڈرن پاکستانی خواتین کے ڈاکٹر صاحب کے خلاف مظاہروں پر وہ بہت دل گرفتہ تھیں۔ اللہ اللہ! کیا کہہ سکتے ہیں سوائے اس کے کہ

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود
اور
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے!

اس ایک واقعہ سے ڈاکٹر صاحب کے دروس قرآن کے اثرات کی ہمہ گیری اور اثر پذیری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس زمانے میں ڈاکٹر صاحب نے تحریک رجوع الی القرآن کا آغاز کیا اُن دنوں بوجوہ درس قرآن کے حلقے یا تو معدوم یا پھر محدود ہو چکے تھے۔ اور اس کی بڑی وجہ بقول مولانا اخلاق حسین قاسمیؒ جماعت ولی اللہ کا بڑا طبقہ اس تحریک سے دلچسپی لینے کی بجائے اس کی جگہ اردو کتابوں کے مذاکرہ کو اہمیت دے رہا تھا۔ اس طبقہ میں دینی مذاکروں اور دینی اجتماعات کے اندر درس قرآن کا کوئی پروگرام نہیں رکھا جاتا بلکہ اردو کتابوں کی تلاوت کو کافی سمجھا جاتا۔ حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے پورے وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ قرآن کریم کے ترجمہ کی یہ برکت ہے کہ اس کے پڑھنے سے بچوں اور بچیوں اور کم علم لوگوں میں فطری سلامتی قائم رہتی ہے اور فطرت سلیم ماحول کے بڑے اثرات سے محفوظ رہتی ہے۔ اور اگر ماحول کے برے اثرات مسلمانوں کو گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں تو پھر اس ترجمہ کی برکت سے مسلمان کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

مولانا اخلاق حسین قاسمیؒ نے حضرت مدنیؒ کا قول بھی نقل فرمایا کہ جو سلوک کلام اللہ کے ذریعہ ہو وہ قوی اور پائیدار ہوتا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اسی سلوک بالقرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ چنانچہ گورنمنٹ کالج کے تعلیم یافتہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے اس نوجوان گریجویٹ کی دعوت کا اثر تھا کہ درس قرآن کے حلقے پھر سے آباد ہو گئے۔

اُٹھا نہ کامل اس فرقہ زہاد سے کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا یہ پہلو بھی قابل توجہ اور قابل تقلید ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے دینی خدمت کے لیے اپنے کیریئر کو قربان کر دیا۔ مادیت کی چکا چوند اُن کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکی۔ یہ بات اس زمانے میں بظاہر آسان نظر آتی ہے لیکن پچاس کی دہائی کے اُس زمانے کا تصور کیجیے جب چند میڈیکل ادارے تھے اور ڈاکٹر سو بیمار میں ایک انار کا مصداق ہوتا تھا۔ ڈاکٹر اپنی سرکاری ملازمت اور نجی پریکٹس سے کتنا کچھ کما سکتا تھا اور کس قسم کی آسودہ زندگی بسر کر سکتا تھا۔ اس کا تصور کیجیے تو ڈاکٹر صاحب کی اس قربانی سے دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور کردار کا یہی پہلو تھا جس نے اُن کی گفتار میں اثر ڈال دیا تھا۔ پھر یہ کہ ترغیب و تحریص کے کیسے کیسے جذبے اور کیسی کچھ امنگیں نفس میں پیدا ہوتی ہوں گی اور غالب کے بقول جب حالت کچھ اس طرح کی ہو جاتی ہے کہ

ایماں مجھے روکے ہے، جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے، کلیسا میرے آگے

لیکن ڈاکٹر صاحب اس منزل سے بھی آسانی سے گزر گئے۔ انہوں نے امیری کو تج کر فقیری کو اپنا طریق بنایا اور اسی میں نام کمایا۔

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور'' میں
20 تا 22 مئی 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس

(نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،
زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0323-4475001 0333-4562037
042-37520902 042-35442290

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36366638-36316638(042)

پانامہ لیکس کی تحقیقات کے لیے ایسے TORs بنائے جارہے ہیں کہ کم ازکم اگلی دو نسلوں تک یہ مسئلہ حل نہ ہو سکے: ایوب بیگ مرزا

کرپشن کی وجہ سے آج ہماری قوم کا ہر فرد سوا لاکھ روپے کا مقروض ہے اور حکمران 30 سالوں کے اندر 300 گنا امیر ہو چکے ہیں: اعجاز احمد چودھری

فوج میں احتساب کے عمل کو بعض عناصر غلط رنگ دینے کی کوشش کر رہے ہیں: محمد عبداللہ گل

ہمارے ہاں آزادیٔ اظہار کے دعوے تو بہت ہوتے ہیں لیکن جہاں اسلام کی بات آئے وہاں زبانوں کو تالے لگ جاتے ہیں: رضاء الحق

پانامہ لیکس کے بعد پاکستان کا منظرنامہ، فوج میں احتساب کا عمل اور پاکستان میں لبرل ازم کے فروغ کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

پانامہ لیکس کے بعد پاکستان کا منظر نامہ

سوال: پانامہ لیکس کے حوالے سے تحقیقات کے لیے حکومت نے اپوزیشن کا مطالبہ مانتے ہوئے چیف جسٹس آف سپریم کورٹ کو خط لکھ دیا ہے اور ایک کمیشن بھی قائم کر دیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود اپوزیشن کا شور وغوغا کم ہونے میں نہیں آ رہا۔ اس پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟

ایوب بیگ مرزا: پانامہ لیکس پاکستان کا لوکل مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک گلوبل مسئلہ ہے۔ نواز شریف نے اپنی پہلی تقریر میں ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں جوڈیشل کمیشن قائم کرنے کا اعلان کیا تھا حالانکہ ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں انکوائری کمیشن بن سکتا ہے۔ جوڈیشل کمیشن تو Sitting جج کی سربراہی میں بھی پہلے سے موجود کسی ایکٹ کے تحت ہی قائم ہوسکتا ہے وگرنہ نیا آرڈیننس لانا پڑتا ہے۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ اگر اب بھی کوئی جوڈیشل کمیشن بنتا ہے تو پہلے صدر پاکستان کو ایک آرڈیننس لانا پڑے گا اور اس آرڈیننس کے تحت یہ جوڈیشل کمیشن قائم ہو گا۔ جہاں تک حکومت کا چیف جسٹس کو خط لکھنے کا تعلق ہے تو یہ اپوزیشن اور عوام کا مطالبہ تھا کہ حکومت چیف جسٹس کو خط لکھے کہ وہ پانامہ لیکس کے حوالے سے تحقیقات کرے کہ وزیراعظم کے بچے آف شور کمپنیوں کے مالک کیسے بنے؟ آف شور کمپنیوں کے لیے پیسہ باہر کیسے گیا؟ لیکن یہ خط ایکٹ 1956ء کے تحت جوڈیشل کمیشن بنانے کے لیے لکھا گیا ہے حالانکہ ہمارا موجودہ آئین 1973ء کا آئین ہے۔ 1956ء کے ایکٹ کے تحت یہ جوڈیشل کمیشن تین ممبرز پر مشتمل ہوگا جن کے پاس سول عدالت کے اختیارات ہوں گے کہ وہ جس کو چاہیں، تحقیقات کے لیے بلا سکیں گے، ٹیکس کے تمام معاملات کو بھی کھول سکیں گے اور وفاقی اور صوبائی ادارے ان کی مدد کریں گے۔ یہ ساری باتیں طے ہیں لیکن جن وجوہات کی بناء پر اپوزیشن اس کمیشن کو Reject کر رہی ہے وہ بھی سمجھ میں آنے والی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس کمیشن کے تحت کرپشن کے خلاف تحقیقات کا دائرہ کار اس حد تک بڑھا دیا گیا ہے کہ 1947ء سے لے کر آج تک جتنی کرپشن ہوئی ہے، اس کو بھی اس کمیشن کی تحقیقات میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قرضوں کی معافی اور

مرتب: محمد رفیق چودھری

منی لانڈرنگ بھی شامل کیا گیا ہے۔ پھر جن لوگوں نے کرپشن کر کے پیسہ باہر بھجوایا ہے، وہ کیسے اور کن ذرائع سے بھجوایا؟ اور جو قرضے معاف کرائے گئے ہیں وہ کن اصولوں کے تحت کروائے گئے؟ اس ساری تحقیقات کے حوالے سے ماہر آئین وقانون سلمان اکرم راجہ نے کہا ہے کہ احتساب کے لیے کم ازکم 50 سال چاہئیں۔ یعنی ایسے TORs بنائے جارہے ہیں کہ کم ازکم اگلی دو نسلوں تک یہ مسئلہ حل نہ ہو سکے۔ دوسرے الفاظ میں ایک کام کو ناممکن بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ مذکورہ ایکٹ کے تحت چیف جسٹس کو نئے TORs طے کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ وہ صرف جوڈیشل کمیشن قائم کرنے کے حوالے سے ہاں یا نہ کرنے کے مجاز ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنی طرف سے تجاویز بھی نہیں دے سکتے۔

سوال: اعجاز احمد چودھری! حکومت نے پانامہ لیکس کی تحقیقات کے حوالے سے چیف جسٹس کو خط لکھ دیا ہے اور اس کے TORs بڑے اوپن رکھے گئے ہیں کہ چیف جسٹس کو تمام اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ جس طرح چاہیں اس کی تحقیقات کر سکتے ہیں لیکن پھر بھی آپ اس حوالے سے جلسے کر رہے ہیں۔ آپ نے اس مسئلے کو انا کا مسئلہ کیوں بنا لیا ہے، اس حوالے سے آپ کی مزید کیا ڈیمانڈز ہیں؟

اعجاز احمد چودھری: پانامہ لیکس کا مسئلہ تحریک انصاف کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری قوم کا مسئلہ ہے، کیونکہ ہمارے حکمران خاندان کی وہ باتیں باہر آگئی ہیں جو ریکارڈ پر نہیں تھیں۔ اس وقت پوری دنیا میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔ دنیا کے تقریباً 12 ممالک کے موجودہ اور سابق سربراہاں پانامہ لیکس کا ہدف بنے ہیں اور دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ یہ سارا کرپشن کا پیسہ ہے۔ اس لیے کہ آف شور کمپنیاں اسی لیے بنائی جاتی ہیں تاکہ ناجائز پیسہ چھپایا جاسکے۔ اسی کرپشن کی وجہ سے آج ہماری قوم (سوا لاکھ روپے فی کس) مقروض ہو چکی ہے اور حکمران 30 سالوں کے اندر 300 گنا امیر ہو گئے ہیں۔ یہ وہ تضاد ہے جس کی لوگوں کو سمجھ ہی نہیں آرہی۔ پانامہ لیکس پر تحقیق کرنے والی مختلف ممالک کے صحافیوں کی تنظیم نے جب سوال کیا کہ یہ آپ کا ہی کیا دھرا ہے؟ تو حسین نواز نے کہا کہ جی یہ ہمارا ہی ہے اور انہوں نے انٹرویو میں خود بتایا کہ یہ سب کچھ ٹیکس بچانے کے لیے ہے۔ لہٰذا PTI کا موقف یہ ہے کہ اس کرپشن کے خلاف تحقیقات کے لیے بنائے جانے والے جوڈیشل کمیشن کے لیے الگ سے قانون سازی کی جائے۔ ورنہ 1956ء کے ایکٹ کے تحت جو کمیشن بنتے ہیں وہ کسی کے اوپر بائنڈنگ نہیں ہوتے۔ حکومت اپنے قلم سے اس کی ساری فائنڈنگ کو رد بھی کر سکتی ہے اور اس کو سرد خانے میں بھی ڈال سکتی ہے۔

سوال: اس کے لیے تو کوشش قومی اسمبلی کے اندر ہونی چاہیے نہ کہ سڑکوں پر۔ قومی اسمبلی میں آپ ایک بل لے آئیں اور TORs کو تبدیل کروالیں۔ اس میں کیا مشکل ہے؟

اعجاز احمد چودھری: وزیراعظم خود پارلیمنٹ میں نہیں جاتے تو سوال کس سے کیا جائے؟ ڈیوڈ کیمرون کا بھی نام پانامہ لیکس میں آیا لیکن وہ پارلیمنٹ میں گئے، لوگوں کے سوالوں کا جواب دیا اور اپنے آپ کو تحقیقات کے لیے پیش کر دیا۔ اب وہاں پر تحقیقات جاری ہیں۔ اگر اس کے ہاتھ صاف ہوئے تو ثابت ہو جائے گا۔ ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ حکمران فیملی تحقیقات کروالے۔ اگر اس کا دامن صاف ہو جائے تو ہمیں کیا پریشانی ہے؟ ظاہر ہے پارلیمنٹ نے ہی قانون سازی کرنی ہے۔ وہاں پر آ کر وہ سوالات کا جواب دیں اور بتائیں کہ کس طرح کمیشن آزاد اور خودمختار ہو گا۔ چیف جسٹس کے تحت انٹرنیشنل آڈیٹرز ہوں گے یا فورینزک آڈٹ ہوگا؟ یہ ساری چیزیں پارلیمنٹ میں طے ہونی چاہئیں۔ اس لیے کہ تحقیق کے لیے یہی TORs سب سے زیادہ اہم ہیں۔ اگر ان کو پھیلا کر پورے 68 برس پہ لے آئیں تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ آپ جواب دینا ہی نہیں چاہتے بلکہ ادھر ادھر ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان کا دوسرا المیہ یہ ہے کہ پولیس، ایف آئی اے، نیب، ایف بی آر، الیکشن کمیشن یہ سارے ادارے کام نہیں کر رہے۔ ورنہ اس میں منی لانڈرنگ موجود ہے، لوگوں کو پتا نہیں چل رہا ہے کہ منی ٹریل کیا ہے؟ کہاں سے پیسے کمایا اور 1993ء سے کیسے باہر گیا؟ اس سے لندن میں جو فلیٹس خریدے گئے ان کے حوالے سے شریف فیملی کے چار ممبرز نے چار مختلف باتیں کیں۔ حسن نواز نے 1993ء میں فرمایا کہ یہ ہمارے نہیں بلکہ ہم کرائے پہ رہ رہے ہیں۔ 1999ء میں بیگم کلثوم نواز نے کہا کہ ہم ان فلیٹس کے مالک ہیں۔ 2013ء میں ان کی بیٹی نے کہا کہ میری اور میرے بھائیوں کی پاکستان سے باہر کوئی جائیداد نہیں، میں اپنے والد کے ساتھ رہتی ہوں۔ اتنا سارا کچھ سامنے آنے کے بعد بھی اگر آپ ایک ایسا کمیشن بنائیں گے جس کی تحقیقات کا دائرہ کار 68 سالوں پر محیط ہوگا اور اس میں آپ ہر قسم کی کرپشن اور بددیانتی کو شامل کر لیں گے تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ تحقیقات کرانے میں مخلص نہیں ہیں۔ سب کا احتساب ہونا چاہیے لیکن اس وقت وزیراعظم کے اوپر سوال اُٹھا ہے جنہوں نے ہر جگہ جھوٹ بولا ہے اور ان کا جھوٹ بولنے کے ضمن میں ہی ٹرائل کیا جانا چاہیے۔ وہ وزیراعظم ہیں کوئی عام آدمی نہیں ہیں۔ جب ان کا احتساب ہو جائے تو اس کے بعد جو لوگ بھی قوم کے پیسے سے کھلواڑ کر رہے ہیں ان کا بھی محاسبہ ہونا چاہیے۔

سوال: پاکستان میں احتساب پچھلے 30 سال سے جاری ہے کم از کم نیب کا ادارہ بننے کے بعد کافی سیاسی شخصیات کا احتساب ہوتا رہا ہے لیکن اس احتساب کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ کسی کو سزا نہیں ہوئی تو سوال یہ ہے کہ اس احتساب کا نتیجہ برآمد کیوں نہیں ہوا؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے 30 سال کہے ہیں لیکن میرے خیال میں اس ملک میں 55 سال سے احتساب کا عمل جاری ہے۔ ایوب خان کے دور سے ہم احتساب کا شور وغوغا سن رہے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایوب خان کے دور میں ''ایبڈو'' لگایا گیا تھا اور اس کی زد میں جو سیاستدان آئے تھے وہ سیاست سے باہر ہو گئے تھے۔ اس ملک میں احتساب کا شور تو بہت ہوتا ہے لیکن زرداری بچ جاتے ہیں، ایوب خان کے بیٹے بچ جاتے ہیں۔ شریف بچ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے حکمران چاہے سول ہوں یا عسکری اپنے فریق مخالف کا بھی احتساب کرنے میں سنجیدہ نہیں ہوتے۔ یہ احتساب کا نعرہ لگاتے ہیں لوگوں کو بلیک میل کرنے کے لیے، مخالفین کو اپنی لائن پر لانے اور اپنا ہمنوا بنانے کے لیے۔ بلیک میلنگ کی حد سے بڑھ کر یہ کسی کے خلاف اصل ثبوت فراہم نہیں کرتے۔ جیسا کہ بہت شور مچایا نواز شریف نے پیپلز پارٹی کی کرپشن پر کہ ہم ان کے پیٹ پھاڑ کر کرپشن کا پیسہ نکالیں گے، ان کو سڑکوں پر گھسیٹیں گے لیکن جب زرداری کے کیس میں عدالت نے حکومت سے کہا کہ دستاویزات لائیے تو حکومت نے دستاویزات کی فوٹو کاپیاں پیش کیں جبکہ عدالت کو کارروائی کے لیے اصل کاغذات درکار ہوتے ہیں لیکن حکومت نے کہا کہ اصل کاغذات ان کے پاس نہیں ہیں۔ اب یہ کیسا مذاق ہے کہ حکومت کے پاس اصل کاغذات نہیں ہوتے۔ لہٰذا جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے خلاف کوئی کرپشن ثابت نہیں ہوئی تو وہ اس لیے ثابت نہیں ہوتی کہ فریق مخالف ثابت کرنے کے موڈ میں ہی نہیں ہوتا۔

> اگر تحقیقات کا دائرہ کار پھیلا کر پورے 68 برس پر لے آئیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ پانامہ لیکس کے حوالے سے قوم کو جواب دینا ہی نہیں چاہتے۔

فوج میں احتساب کا عمل

سوال: آرمی چیف نے کچھ دن قبل کرپشن کو بلا امتیاز ختم کرنے کا بیان دیا پھر اگلے دن فوج سے کچھ افسران کو نکالا جن پر کرپشن کے الزامات تھے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ سول حکومت کے لیے ایک پیغام تھا یا فوج اور حکومت ایک پیج پر نہیں ہیں والا معاملہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ جو وزراء اور سیاستدان جس زور و شور سے یہ کہتے ہیں کہ سول حکومت اور فوج ایک پیج پر ہیں، وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ کہیں کسی پیج کا کوئی نام و نشان تک نہیں ہے بلکہ اس وقت چپقلش اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ پانامہ لیکس کو تین ہفتے گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک وزیراعظم اور آرمی چیف کی ایک بھی ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ چپقلش انڈیا سے نواز شریف کی تجارت کی وجہ سے ہے بلکہ اصل معاملہ انڈیا سے تعلقات کا ہے جس میں فوج کی حیثیت کا سوال ہے۔ نواز شریف کی کوشش یہ لگتی ہے کہ انڈیا سے تعلقات دوستانہ سے بھی بڑھ کر اس حد تک کر لیے جائیں کہ دونوں ممالک کے درمیان کسی تنازعے کا کوئی سوال ہی نہ رہے اور نہ ہی فوج کو بہت بڑے بڑے بجٹ دینا پڑیں بلکہ اس کی قوت میں کمی ہو جائے۔ اس حوالے سے بی جے پی کے ایک عہدیدار نے باقاعدہ کہا ہے کہ ہم نے نواز شریف پر بڑی انوسٹمنٹ کی ہے۔ یعنی ذہنی طور پر نواز شریف کو تیار کیا ہے کہ وہ فوج کو اتنا کمزور کر دیں تاکہ ان کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھا سکے اور ظاہر ہے کہ ہندوستان تو ایسی صورتِ حال کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

سوال: عبداللہ گل صاحب! فوج میں احتساب ہوتا رہتا ہے۔ جہاں بھی کوئی بے قاعدگی سینئر افسر کے علم میں آتی ہے اس پر ایکشن لیا جاتا ہے، باقاعدہ انکوائری ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ بھی نکلتا ہے اور سزائیں بھی ہوتی ہیں لیکن اس کی کھلے عام تشہیر نہیں ہوتی۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ باقاعدہ انکوائری کر کے اس کی تشہیر کی گئی۔ آپ کے خیال میں اس سے فوج کے مورال پر کیا اثر پڑے گا؟

محمد عبداللہ گل (فرزند جنرل حمید گل مرحوم): میں سمجھتا ہوں کہ جس دن سے پاک فوج بنی ہے اس دن سے فوج میں ''انٹرنل پراسس'' چل رہا ہے۔ جن لوگوں کے خلاف اس قسم کی تادیبی کارروائیاں ہوتی ہیں ان میں سے تقریباً 90 فیصد لوگ کورٹ مارشل ڈیمانڈ کرتے ہیں۔ اس کی مثال میں آپ کو بتا دوں کہ جب میرے والد (جنرل حمید گل مرحوم) سے کہا گیا کہ آپ ہیوی انڈسٹری ٹیکسلا چلے جائیں تو انہوں نے بھی باقاعدہ کورٹ مارشل ڈیمانڈ کیا تھا کہ کورٹ میں میرا موقف سنا جائے اور اس کے بعد فیصلہ کیا جائے لیکن کورٹ مارشل ان کو بھی نہیں ملا۔ اسی طریقے سے 90 فیصد کیسز میں کورٹ مارشل نہیں دیا جاتا بلکہ No fault of the officer کہہ کر ان کو ریٹائر کر دیا جاتا ہے۔ حالیہ واقعہ میں جن افسران کے نام آئے

ہیں ان کے خلاف ایک سال قبل کارروائی ہو چکی تھی اور ان کی ناجائز پراپرٹی بھی ضبط ہو چکی تھی۔ لیکن جب ملک میں کرپشن کے خلاف آواز بلند ہونا شروع ہوئی اور عوام اُمید کر رہی تھی کہ افواج کرپٹ عناصر کو آگے بڑھ کر نہ صرف بے نقاب کرے گی بلکہ ان کو گریبان سے پکڑے گی تو جنرل راحیل شریف نے یہ موقف اختیار کیا کہ جن فوجیوں کے خلاف پہلے کارروائی عمل میں آچکی ہے ان کو پبلک میں لایا جائے۔ اب اس کے دو مختلف پہلو نکلتے ہیں۔ ایک تو اس سے یہ ایک نئی debate کھل گئی کہ کیا ان کو سزا ملے گی؟ اور ان کو جیل بھیجا جائے گا؟ یعنی کہ جتنے منہ اتنی باتیں اور ساتھ ہی ساتھ ہمارا وہ میڈیا جس کے بارے میں امریکی سفیر رچرڈ اولسن نے حامد میر کے پروگرام میں آن ائیر کہا تھا کہ Perception managment کے نام پر پاکستانی میڈیا کو 270 ملین ڈالر دیئے ہیں اور اس کے بعد ہمارے میڈیا نے پاک فوج کو تنقید کا نشانہ بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ آج وہی میڈیا اور سیفما اور دیگر این جی اوز جنہوں نے کل بھوشن یادیو کے معاملے پر چپ کا روزہ رکھ لیا تھا، فوج میں احتساب کے اس عمل کے سامنے آنے کے بعد یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ فوج کے سارے عناصر کرپٹ ہیں۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس Debate کو راستہ دے کر میرا نہیں خیال کہ اچھائی کا کوئی پہلو برآمد ہوگا۔ افواج پاکستان میں اس سے دو قسم کی آراء پیدا ہوتی ہیں۔ ایک تو ان کے اندر مایوسی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے نچلے لیول پر خوشی بھی ہوتی ہے کہ چلیں کسی کو تو احتساب کا نشانہ بنایا گیا۔ دوسرا پہلو یہ سامنے آیا کہ افواج پاکستان میں فرنٹیئر کور یا سپلائی کور جہاں ان کا رابطہ سول عناصر کے ساتھ تھا وہاں کرپشن کا عنصر سامنے آیا ورنہ جو افواج کمان اور کنٹرول کے اندر لوگ موجود ہیں، ڈویژن کے اندر ہیں یا فائٹنگ آرمز ہیں جہاں سول اداروں کے ساتھ ان کا رابطہ نہیں ہے وہاں نہ تو ماضی میں ایسا کوئی کیس سامنے آیا اور نہ آئندہ اس کا کوئی سراغ مل سکتا ہے۔ لیکن ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ افواج پاکستان کے لوگ کوئی آسمان سے نہیں اُترے۔ وہ بھی ہمارے جیسے انسان ہیں۔ ایک ہی گھر کا ایک بھائی پولیس میں ہوتا ہے، ایک فوج میں ہوتا ہے۔ پولیس والا کرپٹ ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس سول میں انٹرفیئر کرنے کے اختیارات ہوتے ہیں۔ ہر معاشرے میں، ہر ڈیپارٹمنٹ کے اندر اچھے برے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ انگریزی زبان کا مقولہ ہے

Everybody is guilty in this world : unless prove otherwise.

سوال: محمد عبداللہ گل صاحب کا موقف آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ اس سارے پس منظر میں آپ کے خیال میں کیا صورت حال سامنے آرہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کو یاد ہوگا کہ اس سال کے آغاز میں اوباما نے کہا تھا کہ مجھے چند ریاستیں Destablize ہوتی نظر آرہی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ن لیگ والوں کی یہ بات درست ہے کہ ایک سازش کے تحت آف شور کمپنیوں کا معاملہ سامنے لایا گیا ہے اگر چہ سازش تبھی ہوئی جب حکمران فیملی کی آف شور کمپنیاں تھیں، اگر کمپنیاں نہ ہوتیں تو یہ سازش نہ ہوتی۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ امریکہ اس وقت ہمارے ملک کو Destablize کرنے کے لیے ایک طرف حکومت کو تھپکی دے رہا ہے اور دوسری طرف اپوزیشن (حقیقی اپوزیشن PTI ہے) کو حکومت کے خلاف اُبھار رہا ہے۔ سیاسی سطح پر امریکہ ہمارے ملک میں یہ رول ادا کر رہا ہے اور عسکری سطح پر شام جیسی صورتحال یہاں بھی پیدا کر رہا ہے کہ بشارالاسد کو بھی تھپکی دے رہا ہے اور مخالفین کو بھی اسلحہ بارود دے رہا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ایک بہت بڑا جھگڑا کھڑا کیا جا رہا ہے اور اس کا نتیجہ پاکستان کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔

> پوری دنیا میں اس وقت لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں الٹی گنگا بہنی شروع ہوگئی ہے کہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک کو لبرل اور سیکولر بنایا جا رہا ہے۔

پاکستان میں لبرل ازم کا فروغ

سوال: ہمارے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے لیکن اب اس کا حلیہ لبرل اور سیکولر بنایا جا رہا ہے۔ حال ہی میں پاکستان کے دو مختلف شہروں میں دو واقعات پیش آئے۔ ایک تو لاہور میں بیکن ہاؤس یونیورسٹی کی کچھ طالبات نے ''پیریڈز ڈے'' کے حوالے سے دن منا کر اسلامی روایات اور معاشرتی اقدار کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور دوسری طرف سوات یونیورسٹی کے چیف پراکٹر نے آرڈر جاری کیا کہ یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات میں Segregation ہونی چاہیے۔ اس پر انہیں معطل کر دیا گیا۔ اس طرح جہاں معاشرتی اقدار کا مذاق اُڑایا گیا وہیں پر یہ چیزیں اسلامی روایات کے بھی خلاف ہیں۔ آپ اس پر کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

رضاء الحق: 9 اپریل کو بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی کے لبرل لاز اور سوشل سائنسز ڈیپارٹمنٹس کی 6 طالبات نے ''پیریڈ ڈے'' منعقد کیا۔ اب معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ اسائنمنٹ کی یا ان کو کسی نے اس کے لیے instruct کیا۔ تاہم اسائنمنٹ کے دوران انہوں نے خونی رنگ لگے ہوئے Sanitation pads یونیورسٹی کی دیواروں پر چپکائے اور ان پر ایسے Comments لکھے جو Shocking vulgar تھے۔ حتیٰ کہ سلمان تاثیر کے بیٹے شان تاثیر جیسے لبرلسٹ نے بھی ٹویٹ کیا کہ یہ انتہائی Activity Bad Taste ہوئی ہے۔ جن لوگوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو Respected گردانا چاہتے ہیں اور لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ایک نارمل چیز ہے، ایک بائیولاجیکل پراسس ہے۔

سوال: اور بھی بائیولاجیکل پراسسز ہیں۔ کیا ان کو بھی مشتہر کیا جائے گا؟

رضاء الحق: دیکھیے! قرآن وسنت سے راہنمائی لیں یا کسی گائنی کالوجسٹ سے بات کریں یا میڈیکل ریسرچ سے بات کریں، تمام لوگ اس چیز پر اتفاق کرتے ہیں کہ یہ ایک بائیولاجیکل پراسس ہے جو اللہ نے ہائی جینز کے لیے اور ٹین جینز کے لیے بنایا ہے۔ لیکن اس کو Feminate کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس پوری Activity کا تعلق نہ تو Respect gain کرنے کے ساتھ تھا۔ نہ اپنے آپ کو نارملائز دکھانا مقصد تھا۔ بلکہ یہ ایک ٹرینڈ بن چکا ہے کہ آپ کوئی ایسا کام کریں جس سے آپ لبرل، سیکولر اور Feminist مشہور ہو جائیں۔ دوسرا یہ ایک Myth Create کر دیا گیا ہے کہ عورت ایک کمتر مخلوق ہے اور یہ Myth اسلام یا کسی مذہبی سکالر، تنظیم یا جماعت نے Create نہیں کیا بلکہ یہ این جی اوز اور میڈیا نے Create کیا ہے۔ ایسی سرگرمیاں اگر سکینڈے نیوین ممالک میں کی جائیں تو وہ ان کو اینٹی سوشل کہتے ہیں کہ معاشرے کو ایک غلط بات کی ترغیب دینے کے لیے آپ اس کو پاپولر کر رہے ہیں۔ دوسری طرف سوات یونیورسٹی کے چیف پراکٹر بلال نے لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک دوسرے سے میل جول نہ رکھنے کی جو ترغیب دی تو یہ سوات کے کلچر اور اسلام کے لحاظ سے ایک معمول کی بات تھی۔ ایسے اُصول وضوابط پختون لوگوں کی زندگی کا حصہ ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ میل جول رکھنے سے اگر خدانخواستہ بات کسی برائی کی طرف چلی گئی تو پھر اس میں بدنامی آپ کی بھی ہوگی اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوں گے۔ اب اتنی سی بات پر جس میں اسلام کا ذکر آیا تو این جی اوز

کے ماتھے پر تیور آ گئے۔ تھر میں بچے بھوک سے مر رہے ہیں مگر ان این جی اوز کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، لیکن یہاں اتنی سی بات پر وہ چیخ اُٹھیں۔ یہاں تک کہ اس چیف پراکٹر کو برطرف کر دیا گیا۔ اب دیکھیں یہ بیکن ہاؤس یونیورسٹی کیا چیز ہے؟ اس کے ریکٹر سرتاج عزیز ہیں۔ اس کی مالک اور چیئرپرسن نسرین محمود قصوری ہیں اور اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور بورڈ آف گورنرز میں ان کے شوہر سابق وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری شامل ہیں۔ اس یونیورسٹی کی فنڈنگ اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں یونیسف اور یو این ڈی پی کے علاوہ US ایڈ اور اس جیسے دوسرے اداروں سے آتی ہے جن کی فنڈنگ تمام زائنسٹ آرگنائزیشنز اور بہت سارے ادارے کرتے ہیں جن کا سوشل انجینئرنگ کا پروگرام ہے۔

یہ دراصل ہمارے ملک کے دوہرے معیار ہیں اور یہ انتہائی شرم کی بات ہے کہ ہمارے وزیراعظم، ہائیر ایجوکیشن کمیشن، چیف منسٹرز جو کے پی کے اور پنجاب کے تعلیمی اداروں کو مانیٹر کر رہے ہوتے ہیں اور ان یونیورسٹیوں کے چانسلر، وائس چانسلر یا ریکٹرز ہیں، ان کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور بورڈ آف گورنرز، یہ سب اس نقطۂ نظر کو پروموٹ کرتے ہیں جو زائنسٹ کمیونٹیز، لبرلسٹ یا Feminist لاتے ہیں اور دوسری طرف کا نقطۂ نظر جس میں ذرا سا بھی اسلام کا نام آئے اس کو تالا لگا دیا جاتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں اس طرح کے دوہرے معیارات ممکن ہی نہیں ہوتے اور نہ ان کے بارے میں کوئی سوچ بھی سکتا ہے لیکن ہمارے ہاں طرزِ حکومت ایسا ہے کہ جس میں آپ بات تو آزادی اظہار کی کریں لیکن جہاں اسلام کی بات آئے وہاں فوری طور پر تالے لگا دیں اور سیکولر ازم اور لبرل ازم کو پروموٹ کریں۔ اس نظام کا نام ہے فاشزم اور ہمارے لبرل، سیکولر اور Feminist لوگ بہت تیزی سے پاکستان کو فاشسٹ سٹیٹ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سوال: ایوب بیگ صاحب! اس ساری گفتگو پر آپ کا کیا تبصرہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جناب عرض یہ ہے کہ کوئی بھی گاڑی اگر اپنی پٹڑی سے ہٹ جائے تو اسے یقیناً حادثہ پیش آتا ہے۔ حادثہ جسمانی بھی ہو سکتا ہے اور روحانی بھی۔ بدقسمتی سے ہم روحانی حادثے کا شکار ہوئے ہیں۔ 1951ء میں قرارداد مقاصد کے تحت اس ملک کی گاڑی کو جس پٹڑی پر چڑھایا گیا تھا اب وہ نہ صرف پٹڑی سے اُتر چکی ہے بلکہ ریورس جا رہی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اس ٹی وی ملک کو حقیقت میں اسلامی فلاحی ریاست بنائیں ہم اس ملک کو لبرل فاشسٹ ریاست بنا رہے ہیں جو دین سے مکمل آزاد ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اپنی تباہی کا سامان ہے جو ہم خود پیدا کر رہے ہیں۔ ہم اس ٹی وی چینل کی وساطت سے مسلمانانِ پاکستان کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ اس تباہی سے بچنا چاہتے ہیں تو یہ ذہن میں رکھیں کہ اس ملک کی بقا اور سلامتی صرف اس ملک کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں ہے۔ اگر ہم نے اسے ایک فاشسٹ ریاست بنانے کی کوشش کی تو وہ ''کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھی بھول گیا'' والا معاملہ ہوگا اور ہم نہ ادھر کے رہیں گے، نہ اُدھر کے اور تباہی و بربادی ہمارا مقدر ہوگی۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ایک حالیہ سروے بھی یہ کہتا ہے کہ پوری دنیا میں اس وقت لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہاں تک چائنہ میں یہ رجحان اتنا زیادہ بڑھ چکا ہے کہ ان کی کمیونسٹ پارٹی کو فکر پڑ گئی ہے اور چائنہ کے صدر نے ایک ہدایت نامہ جاری کیا ہے کہ چینی لوگ اپنی اقدار کو نہ بھولیں۔ وہاں پر بدھ ازم ہے، عیسائی بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں۔ مجموعی طور پر پوری دنیا میں اس وقت لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں اُلٹی گنگا بہنی شروع ہو گئی ہے کہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک کو لبرل اور سیکولر بنایا جا رہا ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- حلقہ جنوبی پنجاب، تونسہ شریف کے رفیق اللہ بخش سکھانی وفات پا گئے
- حلقہ کراچی جنوبی، لانڈھی کے ملتزم رفیق محمد بشیر وفات پا گئے
- سیالکوٹ شالی کے ملتزم رفیق طارق محمود بٹ کی والدہ وفات پا گئیں
- سیالکوٹ جنوبی کے ملتزم رفیق عفان شعیب کے والد وفات پا گئے
- حلقہ ملاکنڈ، بٹ خیلہ کے مبتدی رفیق روزی خان کے والد وفات پا گئے
- حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے ملتزم رفیق اصغر علی کی زوجہ وفات پا گئیں
- بہاولپور لودھراں کے رفیق احمد علی کے بہنوئی وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

محترم ڈاکٹر صاحبؒ کے شخصی احوال، سوانح اور گراں قدر علمی، دینی و قرآنی خدمات کے تذکرہ پر محیط ایک جامع اور مبسوط دستاویز

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
شخصیت اور دینی خدمات

محترمہ رافعۃ الجبین

کا ایم ایس علومِ اسلامیہ کا 5 ابواب پر مشتمل تحقیقی مقالہ:

- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے حالاتِ زندگی اور ان کا دور
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دعوتی، تبلیغی اور تنظیمی خدمات
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدمات تفسیرِ قرآن
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تصنیفی اور تالیفی خدمات
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے افکار اور عصر حاضر

دیدہ زیب ٹائٹل ❁ امپورٹڈ بک پیپر ❁ اعلیٰ معیاری طباعت
❁ صفحات: 320 ❁ قیمت: صرف 250 روپے

شائع کردہ
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-35869501
Email: maktaba@tanzeem.org Website: www.tanzeem.org

تحفظ خواتین بل
شریعت کے تناظر میں ایک جائزہ
(I)

زیر نظر مضمون ''پنجاب اسمبلی کی جانب سے منظور شدہ تحفظ نسواں بل 2016ء'' کے شرعی تجزیے پر مشتمل ہے۔اس قانون کو علماء کی اکثریت غیر اسلامی اور خلاف شریعت قرار دے چکی ہے۔اس قانون پر قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی کے ریسرچ سکالرز نے شرعی بنیادوں پر اعتراضات وارد کیے ہیں جو قارئین کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔(ادارہ)

قابل اعتراض حصہ نمبر 1:

چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اصناف کے مابین مساوات کی ضمانت دے کر ریاست کو خواتین کے تحفظ کے لیے کوئی خصوصی قانون وضع کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

اعتراض:

مذکورہ بالا عبارت قانون ہذا کی قانونی بنیاد پر مشتمل ہے۔اس عبارت میں موجود نمایاں الفاظ غالباً آئین پاکستان کی دفعہ 25 کی شق 2 کی جانب اشارہ کررہے ہیں جس میں یہ احتمال پایا جاتا ہے آئین اصناف کے مابین مساوات کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔اگر اس دفعہ کو اصناف کے مابین مساوات کے لیے قانونی دلیل سمجھا بھی جائے تو پھر یہ دفعہ دستور پاکستان کی دفعہ نمبر 227 کے صراحتاً خلاف ہوگی جس کے تحت مرقوم ہے:

تمام موجودہ قوانین کو ان اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا جو قرآن وسنت میں مذکور ہیں اور جنھیں مابعد کی عبارتوں میں اسلامی احکام کہا گیا ہے، اور کوئی قانون ایسا وضع نہیں کیا جائے گا جو ان احکام کے منافی ہو۔(دستور پاکستان، حصہ نہم، اسلامی احکام، دفعہ نمبر 227)

چنانچہ اہم تر بات یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ شریعت اسلامیہ اصناف کے مابین مساوات کے ضمن میں کیا تعلیم فراہم کرتی ہے؟

صنف نازک پر مرد کی قوامیت پر دلیل درج ذیل آیات ہیں:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ (النساء:34)

مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (البقرة:228)

اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پر حاصل ہیں۔ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط﴾ (النساء:32)

''اور جن چیزوں میں ہم نے تم کو ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے، ان کی تمنا نہ کرو، مرد جو کچھ کمائی کریں گے ان کو اس میں سے حصہ (ثواب) ملے گا، اور عورتیں جو کچھ کمائی کریں گی ان کو اس میں سے حصہ (ثواب) ملے گا۔''

احادیث میں بھی اس فوقیت کو بیان کیا گیا ہے:

((لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا))

(سنن الترمذی، کتاب الرَّضَاعِ، بَاب مَا جَاءَ فِي حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ)

''اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دے سکتا تو میں ضرور عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِيَ عَلٰى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ)) (سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق اس وقت تک ادا نہیں کرسکتی جب تک اپنے خاوند کا حق ادا نہیں کرتی اور اگر خاوند اس سے مطالبہ کرے کہ اپنے آپ کو میرے سپرد کردو (صحبت کے لیے) اور بیوی اس وقت پالان پر ہو (جہاں صحبت مشکل ہے) تو بھی عورت کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔''

((عن بن عمر ؓ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم :أن امرأة أتته فقالت ما حق الزوج على امرأته فقال لا تمنعه نفسها وإن كانت على ظهر قتب ولا تعطى من بيته شيئا إلا بإذنه فإن فعلت ذلك كان له الأجر وعليها الوزر ولا تصوم يوما تطوعا إلا بإذنه فإن فعلت ذلك اثمت ولم تؤجر ولا تخرج من بيته إلا بإذنه فإن فعلت لعنتها الملائكة ملائكة الغضب وملائكة الرحمة حتى تتوب أو تراجع قيل فإن كان ظالما قال وإن كان ظالما)) (سنن البيهقي الكبرىٰ، كتاب القسم والنشوز، باب ما جاء في بيان حقه عليها)

''حضرت ابن عمر ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: شوہر پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اپنے آپ سے نہ روکے اگر چہ وہ کجاوے کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر کی کوئی چیز کسی کو نہ دے، اگر عورت نے ایسا کردیا (یعنی بغیر اجازت چیز دے دی) تو شوہر کے لیے اجر ہے اور عورت کے لیے وبال ہے اور نفلی روزہ نہ رکھے مگر اس کی اجازت سے، اگر (شوہر کی اجازت کے بغیر) روزہ رکھا تو گناہ گار ہوگی اور اس کو اجر نہیں ملے گا۔ اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اگر وہ نکلی تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں غضب والے فرشتے بھی اور رحمت والے فرشتے بھی یہاں تک کہ وہ توبہ کرکے واپس لوٹ آئے، کہا گیا: اگرچہ شوہر ظالم ہو؟ فرمایا: (ہاں) اگر چہ شوہر ظالم ہو۔''

((قالت عائشة :يا معاشر النساء، لو تعلمن

حق أزواجكن عليكن لجعلت المرأة منكن تمسح الغبار عن وجه زوجها بحر وجهها)) (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب النكاح، باب ما حق الزوج على امرأته)

"حضرت عائشہ ؓ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عورتوں کی جماعت اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے شوہروں کا تم پر کیا حق ہے تو تم اپنے شوہروں کے چہرے کا غبار اپنے چہرے سے صاف کرو۔"

((عن عائشة رضی الله عنها قالت: قلت يا رسول الله أی الناس أعظم حقا على المرأة قال زوجها قلت فأی الناس أعظم حقا على الرجل قال: أمه)) (مستدرك للحاكم، كتاب البر والصلة)

"حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے شوہر کا۔ پھر میں نے پوچھا اور مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کا۔"

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ)) (بخاری، كتاب النكاح، باب صوم المرأة بإذن زوجها تطوعا)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب عورت کا خاوند (گھر) میں موجود ہو تو روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھنا چاہیے۔"

ہم یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس قانون کے مسودے کی تمہید میں جو قانونی جواز ذکر کیا گیا بعنوان مساوات مرد وزن وہ نہ صرف آئینی اعتبار سے بے اصل بلکہ شریعت اسلامیہ سے صراحتاً متصادم ہے۔[1]

متبادل سفارش:

مساوات تو برابری کو کہا جاتا ہے یعنی قانونی تحفظ میں مردوں اور عورتوں کو مساوی درجے میں رکھا جائے۔ ظلم کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کو سزا دی جائے اور مظلوم چاہے مرد ہو یا عورت اس کی دادرسی کی جائے گی۔ قانون کے نفاذ میں مرد کو فوقیت نہیں عورت پر جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی اعلیٰ شخص جرم کا ارتکاب کرتا تو سزا میں تخفیف کی جاتی اور کوئی ادنیٰ اور کمتر شخص جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کو پوری پوری سزا دی جاتی۔ البتہ مساوات مرد وزن کے نام پر اسلام کے خاندانی نظام کے خلاف قانون سازی اور شوہر کی حیثیت کو گھٹا کر بیوی کو اس کی تابعداری سے انکار پر آمادہ کرنا، اسلام کی تعلیم سے صریح روگردانی ہے چنانچہ اس قانون کا ازالہ ہونا چاہیے۔

قابل اعتراض حصہ نمبر 2:

لہٰذا ضروری ہو گیا کہ خواتین کو گھریلو تشدد سمیت تشدد سے تحفظ فراہم کیا جائے۔

اعتراض:

مسودے کی مذکورہ عبارت کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے اہم ترین مسائل میں سے شاید سرفہرست مسئلہ خواتین پر تشدد ہے۔ ہم یہاں ایک بات ضمناً ذکر کرنا چاہیں گے کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی یہ ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے تو اگلا سوال یہ ہے کہ معاشرے کا کون سا طبقہ اس تشدد کا زیادہ شکار ہے؟ مال دار طبقے کے بارے میں تو شاید یہ تصور کرنا ہی مضحکہ خیز ہوگا اس لیے کہ ہماری ایلیٹ کلاس مغربی تہذیب میں جتنا رنگ چکی ہے اس کے بعد اس بات کا تو تصور کیا جا سکتا ہے کہ تشدد عورت کی جانب سے کیا جائے نہ کہ اس کا کہ عورت پر تشدد ہو۔ بہر کیف ہم سب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اس مسئلہ کا اگر واقعتاً کسی درجے میں کوئی شکار ہے تو وہ پسماندہ، غریب اور غیر تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔ جو کہ حکومتی و ریاستی اداروں (پولیس، عدالت وغیرہ) کی جانب سے کی جانے والی کرپشن سے پہلے ہی پس چکا ہے۔ لیکن اگر ان پسماندہ غریب اور غیر تعلیم یافتہ طبقے کی فکر کے بجائے عورتوں ہی کی زیادہ فکر ہے تو ہمارے فہم سے یہ بات بالاتر ہے کہ آخر حکومت اپنے کرپٹ اداروں اور اہلکاروں کے ذریعے کیسے اس قانون پر مخلصانہ انداز میں عمل درآمد کروائے گی۔ اعداد و شمار پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا کہ اس مسئلہ کے علاوہ دیگر بڑے اور گھمبیر مسائل ایسے ہیں جن پر بہر حال قوانین بھی موجود ہیں مگر فقدان ہے تو صحیح روح کے ساتھ ان پر نفاذ اور عمل درآمد کا۔

مسودے کی اسی عبارت کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ حکومت خاندانوں کے مابین تنازعات کے حل میں کردار ادا کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کے تحت حکومت نے یہ قانون سازی کی ہے۔ ارباب اقتدار سے ہماری گزارش ہے کہ برائے مہربانی چار دیواری میں ہونے والے تنازع کی اصلاح کے لیے قانون وضع کرنے کے بجائے وعظ و نصیحت کے طریقے کو اختیار کیا جائے کیونکہ شریعت مطہرہ نے زوجین کے مابین تنازع کو حل کرنے کی سب سے پہلی صورت وعظ و نصیحت ہی کو بیان کیا ہے کہ نرم کلامی سے انہیں بات سمجھائی جائے، نرم کلامی اصلاح کے لیے اہم ذریعہ ہے۔[2]

سورہ طٰہٰ میں ہے:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝﴾ (طٰہٰ: 44)

"اور اس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے، یا (اللہ سے) ڈر جائے۔"

یہ آیت فرعون کو نصیحت کرنے کے بارے میں حضرت موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ کو تلقین پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کہ میاں بیوی دونوں اس بات کے حق دار ہیں کہ تنازع کے موقع پر حق نصیحت ادا کیا جائے نہ کہ تھانہ کچہری میں الجھا دیا جائے۔

وعظ و نصیحت فائدہ نہ دے تو پھر بستر علیحدہ کرنے اور ہلکی پھلکی مار، اور پھر آخری درجہ میں دونوں خاندانوں کے معزز افراد کے ذریعہ معاملہ کے حل کی تاکید کی گئی ہے تاکہ گھر کا معاملہ گھر ہی میں سلجھ جائے۔ عدالتی کارروائی کر کے ایک دوسرے کی عزت پامال نہ ہو جیسے کہ قرآن کریم میں خصوصیت کے ساتھ مذکور ہے:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝﴾ (النساء: 34 تا 35)

"چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کے اوپر، سب سے بڑا ہے۔ اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو (ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو۔ اگر وہ

دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا۔ بیشک اللہ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے۔‘‘(3)

دوسری جانب اگر شوہر کی طرف سے ظلم ہو تو قرآن حکیم عورت کے لیے جو رستگاری اور خلاصی کا آخری ذریعہ بیان کرتا ہے وہ خلع یا فسخ نکاح بذریعہ قاضی شرع ہے جبکہ اصلاح کی ہر صورت رائیگاں ہوں۔(4)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ (النساء:128)

’’اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بیزاری کا اندیشہ ہو تو ان میاں بیوی کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس کے اتفاق سے کسی قسم کی صلح کرلیں۔ اور صلح کرلینا بہتر ہے اور انسانوں کے دل میں (کچھ نہ کچھ) لالچ کا مادہ تو رکھ ہی دیا گیا ہے۔ اور اگر احسان اور تقویٰ سے کام لو تو جو کچھ تم کرو گے اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔‘‘

شریعت مطہرہ کے سکھائے ہوئے طریقہ کو اختیار کرنے کے بجائے تھانہ کچہری کو مسئلے کا حل سمجھنا معاملات کی مزید خرابی کا باعث تو بن سکتا ہے البتہ درستگی کا نہیں۔ بہرحال شریعت اسلامیہ کی تعلیمات اس حوالے سے بہت واضح ہیں۔

متبادل سفارش:

گھریلو جھگڑوں کو چکانے کے لیے اسلامی معاشرت اور اقدار کو فروغ دیا جائے اور اس کے لیے جو کچھ تبدیلیاں بڑے پیمانے پر (نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ وغیرہ میں) مطلوب ہیں، ان کا مخلصانہ انداز میں اہتمام کیا جائے، نہ کہ پہلے مرحلے پر ہی قانون کا شکنجہ کسنے کی کوشش ہو۔ نیز مظلوم چاہے مرد ہو یا عورت، اس کی ہر وقت دادرسی کے لیے شرعی عدالتوں کا نظام موثر بنایا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔(الف) ومنشأ حق الطاعة بالمعروف: إثبات الله درجة القوامة للرجال على النساء في قوله تعالى: الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض، وبما أنفقوا من أموالهم (النساء: 34) أي إنما استحقوا هذه المزية لتميزهم برجاحة العقل وقوة الجسد، وبما يلزمون به من الإنفاق على النساء من أموالهم بتقديم المهر والنفقة الزوجية الدائمة (الفقه الاسلامی وادلته، الجزء التاسع، الباب الاول الزواج وآثاره، الفصل السابع حقوق الزواج وواجباته، المبحث الثانی حقوق الزواج، طاعة الزوجة لزوجها فی الاستمتاع ـ ـ ـ)

(ب) وأجاز ابن جرير الطبری قضاء المرأة فی كل شیء لجواز إفتائها (1) ورد عليه الماوردی بقوله: ولا اعتبار بقول يرده الإجماع مع قول الله تعالى: الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض (النساء: 34) يعنی فی العقل والرأی، فلم يجز أن يقمن على الرجال، الباب السادس نظام الحكم فی الاسلام، الفصل الثالث: السلطة القضائية فی الإسلام، المبحث الثانی ــ القضاء العادی وتنظيمه، المطلب الأول ــ شروط القاضی، الشروط المختلف فيها)

2۔ومنها ولاية التأديب للزوج إذا لم تطعه فيما يلزم طاعته بأن كانت ناشزة، فله أن يؤدبها لكن على الترتيب، فيعظها أولا على الرفق واللين بأن يقول لها كونی من الصالحات القانتات الحافظات للغيب ولا تكونی من كذا وكذا، فلعل تقبل الموعظة، فتترك النشوز، فإن نجعت فيها الموعظة، ورجعت إلى الفراش وإلا هجرها۔(بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل ولاية التاديب ـ ـ ـ)

3۔وقيل يخوفها بالهجر أولا والاعتزال عنها، وترك الجماع والمضاجعة، فإن تركت وإلا هجرها لعل نفسها لا تحتمل الهجر، ثم اختلف فی كيفية الهجر قيل يهجرها بأن لا يجامعها، ولا يضاجعها على فراشه، وقيل يهجرها بأن لا يكلمها فی حال مضاجعته إياها لا أن يترك جماعها ومضاجعتها ؛ لأن ذلك حق مشترك بينهما، فيكون فی ذلك عليه من الضرر ما عليها، فلا يؤدبها بما يضر بنفسه، ويبطل حقه، وقيل يهجرها بأن يفارقها فی المضجع ويضاجع أخرى فی حقها وقسمها ؛ لأن حقها عليه فی القسم فی حال الموافقة وحفظ حدود الله تعالى لا فی حال التضييع وخوف النشوز والتنازع وقيل يهجرها بترك مضاجعتها وجماعها لوقت غلبة شهوتها، وحاجتها لا فی وقت حاجته إليها ؛ لأن هذا للتأديب والزجر، فينبغی أن يؤدبها لا أن يؤدب نفسه بامتناعه عن المضاجعة فی حال حاجته إليها، فإذا هجرها، فإن تركت النشوز، وإلا ضربها عند ذلك ضربا غير مبرح، ولا شائن، والأصل فيه قوله عز وجل واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فظاهر الآية وإن كان بحرف الواو الموضوعة للجمع المطلق لكن المراد منه الجمع على سبيل الترتيب، والواو تحتمل ذلك، فإن نفع الضرب، وإلا رفع الأمر إلى القاضی ليوجه إليهما حكمين حكما من أهله، وحكما من أهلها كما قال الله تعالى: وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها إن يريدا إصلاحا يوفق الله بينهما، وسبيل هذا سبيل الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر فی حق سائر الناس أن الآمر يبدأ بالموعظة على الرفق واللين دون التغليظ فی القول، فإن قبلت، وإلا غلظ القول به، فإن قبلت، وإلا بسط يده فيه، وكذلك إذا ارتكبت محظورا سوى النشوز ليس فيه حد مقدر، فللزوج أن يؤدبها تعزيرا لها لأن للزوج أن يعزر زوجته كما للمولى أن يعزر مملوكه (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل ولاية التاديب......)

4۔ قوله تعالى: وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًاالآية، نزلت فی عمرة ويُقال فی خولة بنت محمد بن مسلمة، وفی زوجها سعد بن الربيع -ويقال رافع بن خديج- تزوجها وهی شابة فلما علاها الكِبَرُ تزوّج عليها امرأة شابة، وآثرها عليها، وجفا ابنة محمد بن سلمة، فأتَتُ رسولَ الله ﷺ فشكت إليه فنزلت فيها هذه الآية۔ وقال سعيد بن جبير: كان رجل له امرأة قد كبرت وله منها أولاد فأراد أن يطلقها ويتزوج عليها غيرها، فقالت: لا تطلقنی ودعنی أقوم على أولادی واقْسِمُ لی من كل شهرين إن شئت، وإن شئت فلا تَقْسِم لی . فقال: إن كان يصلح ذلك فهو أحب إلیّ، فأتى رسول الله ﷺ فذكر له ذلك، فأنزل الله تعالى: وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ، أی: علمتْ مِنْ بَعْلِهَا أی: من زوجها نُشُوزًا أی: بغضا، قال الكلبی: يعنی ترك مضاجعتها، أَوْ إِعْرَاضًا بوجهه عنها وقلة مجالستها، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أی: على الزوج والمرأة، (أَنْ يَصَّالَحَا) أی يتصالحا، وقرأ أهل الكوفة أَنْ يُصْلِحَا من أصلح، بَيْنَهُمَا صُلْحًا، يعنی: فی القِسْم والنفقة، وهو أن يقول الزوج لها: إنك قد دخلت فی السن وإنی أريد أن أتزوج امرأة شابة جميلة أوثرها عليك فی القسمة ليلا ونهارا فإن رضيتِ بهذا فأقيمی وإن كرهت خلّيتُ سبيلك، فإن رضيتُ كانت هی المحسنة ولا تُجبر على ذلك، وإن لم ترض بدون حقها كان على الزوج أن يوفّيها حقها من القسم والنفقة أو يسرحها بإحسان، فإن أمسكها ووفاها حقها مع كراهية فهو محسن (معالم التنزيل للبغوی، النساء :128)

VOL : 25 Regd. C.P.L NO. 114 No.19
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore